نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے

تالیف امام قرطبی رحمہ اللہ

ترجمہ: ناصر مسعود صاحب

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس پرائیویٹ لمیٹڈ

۳۰۹۵ ، سرسیّد احمد روڈ دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے

مصنف

امام قرطبیؒ

ترجمہ

ناصر مسعود صاحب

ناشر

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس پرائیویٹ لمیٹڈ

۳۰۹۵ ، سرسید احمد روڈ دریا گنج ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	نبی کریم ﷺ کے فیصلے
مصنف	:	امام قرطبیؒ
ترجمہ	:	ناصر مسعود صاحب
اشاعت اوّل	:	جون 2010ء
باہتمام	:	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس (پرائیویٹ لمیٹڈ)
صفحات	:	۲۲۴
تعداد	:	1000 عدد
قیمت	:	۹۰/روپے
مطبع	:	گلشن آفسیٹ پرنٹر، دہلی

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

ATEQAD PUBLISHING HOUSE Pvt. Ltd.

3095, Sir Syed Ahmed Road, Darya Ganj, New Delhi-2 Ph.: (H.O.) 011-23266879
011-42797863 (B.O.) 23276879 Fax: 23256661 ateqadpublishing@in.com

فہرست موضوعات

موضوع	صفحہ

کتاب الجهاد

کتاب النکاح

کتاب الطلاق

کتاب البیوع

كتاب الاقضية

كتاب الوصية

مختلف احکام رسول ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

الحمدللّٰہ کما حمد نفسہ و أضعاف ما حمدہ خلقہ حتٰی یغنی حمدھم و یبقی حمدہ، لا الٰہ الّا ھو وحدَہ۔

میں اس کتاب میں وہ فیصلے ذکر کروں گا جو آپ ﷺ نے فرمائے یا ان کا حکم دیا۔ اس لئے کہ حاکم کے لئے اللہ و رسول اور اجماع علماء کے خلاف فیصلہ کرنا حرام ہے۔

امام مالکؒ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ حاکم جب تک حدیث وفقہ کا عالم اور عقل وتقویٰ والا نہ ہو اس کے لئے فیصلہ کرنا ناجائز ہے۔ امام مالک یہ بھی فرماتے ہیں کہ آج کے زمانہ میں ان اوصاف والا آدمی مجھے نظر نہیں آتا لہٰذا جس میں علم وتقویٰ ہو اس کو محکمہ قضاء سونپ دو۔ عبدالملک بن حبیب فرماتے ہیں کہ اگر علم وتقویٰ نہ ہو تو عقل وتقویٰ کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ عقل کے ذریعے تحقیق وتفتیش کرے گا اور اسی عقل کے ذریعہ سے تمام اوصاف کا حامل ہوگا اور تقویٰ کے ذریعہ ظلم سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ علم تلاش سے مل جاتا ہے اور عقل تلاش سے نہیں ملتی۔

قتل کے بارے میں آپ ﷺ کے فیصلے

اس کتاب کی ابتداء ان فیصلوں سے کرتا ہوں جو آپ ﷺ نے قتل کے بارے میں صادر فرمائے۔ کیونکہ امام مسلمؒ اور دیگر محدثین نے حدیث نقل کی ہے۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سب سے پہلے قتل کا فیصلہ فرمائیں گے اور انسان کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کی طرف توجہ فرمائیں گے جس کے پاس نماز ہوگی اس کے باقی اعمال کی طرف توجہ ہوگی اور جس کے نامۂ اعمال میں نماز نہ ہوگی اس کے باقی اعمال کی طرف توجہ نہ ہوگی۔ شرک کے بعد قتل سے بڑا گناہ کوئی نہیں ہے۔[1]

ابن الاحزا اپنی مسند میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''اللہ کے نزدیک تمام دُنیا کا تباہ ہو جانا قتل سے ہلکا ہے''۔

مسند بیہقی اور بزاز میں آپ ﷺ کا فرمان منقول ہے:

''اگر زمین و آسمان والے کسی مومن کے قتل پر متفق ہو جائیں تو بھی اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے گا''۔[2]

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر کسی نے کسی مؤمن کے قتل میں آدھے کلمہ سے بھی معاونت کی تو خدا کے حضور قیامت کے روز یوں حاضری ہوگی کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا آیس من رحمة الله (اللہ کی رحمت سے ناامید)''۔[3]

---

[1] صحیح مسلم: ۳/ ۱۳۰۴۔ مؤطا امام مالك: ۱/ ۱۷۳۔

[2] مجمع الزوائد: ۷/ ۲۹۶۔

[3] سنن ابن ماجة: ۲/ ۲۷۴۔

امام بخاری رحمہ اللہ آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ مومن مسلسل اعمال صالحہ میں مگن رہتا ہے جب تک کہ قتل ناحق کا مرتکب نہ ہو۔ [1]

کتابِ خطابی میں حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ آدھا کلمہ یہ ہے کہ کوئی یوں کہے "اق اَیْ اقتل" یعنی قتل کرو۔

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ قول بھی ہے: "کفی بالسیف شا" اَیْ شاھدًا۔ [2]

کتاب خطابی کے علاوہ کسی کتاب میں منقول ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص روزِ قیامت اس حال میں حاضر ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو اور کسی مسلم کا ناحق خون نہ کیا ہو تو اس کا حق ہے کہ خدا اس کی بخشش کر دے۔'' [3]

کتاب خطابی میں آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

''مومن مسلسل اعمال صالحہ کا مرتکب اور ہلکی کمر والا ہوتا ہے جب تک کہ قتل ناحق کا مرتکب نہ ہو، اور جب قتل ناحق کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی کمر بوجھل ہو جاتی ہے۔'' [4]

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''بلح'' کا مطلب ہے بوجھل ہونا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کے حضور یوں حاضر ہو کہ وہ قتل مسلم میں شریک نہیں ہوا تو اس کی کمر ہلکی ہوگی۔

قید

ہم سب سے پہلے قتل کی سزا ''قید'' کے بارے میں بیان کریں گے۔

اہل سیرت کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ﷺ نے اور حضرت

---

[1] صحیح البخاری: ۱/ ۶۸۶۲.

[2] سنن ابن ماجہ: ۲/ ۸۶۸.

[3] سنن ابن ماجہ: ۲/ ۸۷۳.

[4] سنن ابی داوٗد: ۴/ ۴۲۴.

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کسی کو قید کیا یا نہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان حضرات کی کوئی جیل نہ تھی اور نہ ہی انہوں نے کسی کو قید کیا۔[1]

علامہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں حضرت بہز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو قتل کے الزام میں مدینہ میں قید کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بہز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے میری قوم کے لوگوں کو قتل کے الزام میں قید کیا۔[2] راوی بہز بن حکیم مجہول ہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کتاب الوضو میں روایت نقل کی ہے لہٰذا یہ معروف ہے۔

مصنف عبدالرزاق کے علاوہ کتابوں میں اسی سند سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو کسی الزام میں دن کا کچھ حصہ قید میں رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔[3]

کتاب الاحکام لابن زیاد میں فقیہ ابوصالح ایوب بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو قید کیا جس نے مشترک غلام کو آزاد کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو بقیہ حصہ کی قیمت ادا کرنے اور آزاد کرنے کا حکم دیا۔

حدیث میں ہے کہ اس نے وہ حصہ بھی خرید لیا۔

کتاب ابن شعبانؒ میں بواسطہ اوزاعی حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو عمداً قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کو سو کوڑے لگوائے ایک سال ملک بدر کیا اور قصاص نہ لیا اور حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۲۱۶.

[2] سنن أبي داوٗد : ٤/ ٤٦.

[3] سنن ترمذی : ٤/ ٢٠.

ابن شعبانؒ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو کوڑے مارنے اور قید کا حکم دیا۔ کتاب ابن شعبان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی جیل تھی اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو ہجو کرنے کی بنا پر قید کیا۔ اور صبیغ کو الذاریات' المرسلات' النازعات وغیرہ کے بارے میں سوال کرنے پر قید کیا' اور لوگوں کو غور وفکر کرنے کا حکم دیا' اس کو کوڑے لگوائے' ملک بدر کر کے عراق بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے پاس کوئی نہ بیٹھے۔

راوی کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس آتا اور ہم سینکڑہ ہوتے تو بھی ہم اس سے بھاگ جاتے۔ پھر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی توبہ کے بارے میں بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے میل جول کا حکم جاری کیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ضابی بن الحارث جو کہ قبیلہ بنوتمیم کا چور تھا اس کو انہوں نے قید کر دیا حتیٰ کہ وہ جیل میں ہی فوت ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں جیل بنوائی' حضرت عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں جیل بنوائی' حضرت عبداللہ بن زبیر نے درم کی جیل میں محمد بن حنفیہ کو بیعت سے انکار پر قید کیا۔

کتاب خطابی میں منقول ہے کہ حضرت علی نے قید کی سزا دی اور لکڑی کی جیل بنوائی اور اس کا نام نافع رکھا۔ چوروں نے اس کو توڑ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پکی مٹی کی جیل بنوائی اور اس کا نام مخیس رکھا۔ پھر فرمایا: کیا تم مجھے عقل مند خیال نہیں کرتے کہ میں نے نافع کے بعد مخیس تعمیر کی کہ اس کے دروازے مضبوط اور چوکیدار امانت دار ہیں۔

سنن ابی داؤد میں نضر بن شمیل حضرت ہرماس بن حبیب سے روایت کرتے ہیں وہ بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک مقروض کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا اس کو قید کر

لو۔ پھر فرمایا: اے بنوتمیم کے بھائیو! اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔[1]
جو حضرات قید کا ثبوت مانتے ہیں وہ خدا کے قول:

﴿ فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴾ [النساء : ١٥]

سے دلیل پکڑتے ہیں اور آپ ﷺ کے اس قول سے جو آپ ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا جس نے کسی کے لئے دوسرے شخص کو قید کیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قاتل کو قتل کرو اور جس نے قید کیا اس کو قید کر دو۔[2] ابوعبید فرماتے ہیں کہ یعنی اس کو موت تک قید رکھو۔

مصنف عبدالرزاق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے قید کرنے والے کو موت تک قید رکھا۔

---

[1] سنن أبي داوٗد : ٤/ ٤٦.

[2] كنز العمال : ١٥/ ١٠.

کافر جنگجوؤں کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام بخاریؒ و مسلم ؒ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس قبیلہ عکل یا قبیلہ عرینہ کا ایک گروہ آیا جن کو بیماری نے انتہائی لاغر کر دیا تھا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور مدینہ میں رہنے لگے۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹ لاؤ ان کا پیشاب اور دودھ پیو۔ انہوں نے تعمیل حکم کی اور صحت مند ہو گئے۔ لیکن پھر مرتد ہو گئے اور چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھگا لے گئے۔[1]

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو دن چڑھے لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ و پاؤں کاٹنے اور آنکھیں لوہے کی سلاخوں سے داغنے کا حکم دیا۔ پھر ان کی قید کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ قید میں مر گئے۔[2]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے لوہے کی سلاخیں گرم کرنے کا حکم دیا، پھر ان کی آنکھوں کو داغا اور ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ان کو قید نہ کیا۔ بلکہ ان کو گرم میدانوں میں پھینک دیا اور وہ پیاس کی شدت سے مر گئے۔

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے چوری کی، قتل کیا، مرتد ہو گئے اور اللہ و رسول سے جنگ کی۔

---

[1] بخاری : ۳/ ۳٦٦۔ مسلم : ۳/ ۱۲۹٦۔

[2] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۱۱۱۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مصنف عبدالرزاق میں اور محمد بن سیرینؒ سے کتاب ابی عبید میں منقول ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے:

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ﴾ [المائدہ : ۳۳]

امام بخاریؒ و مسلم رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آٹھ افراد تھے' جنہوں نے چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ [1]

[1] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۲۳۰۔

قاتل کو کیسے بادشاہ کے سامنے حاضر کیا جائے اور کیسے اقرار کرایا جائے

صحیح مسلم[1] میں سماک بن حرب روایت کرتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن وائلؓ نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر تھا کہ اچانک ایک شخص دوسرے کو رسی سے باندھے لا رہا ہے' اس نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے قتل کے بارے میں دریافت کیا تو پہلا کہنے لگا اگر یہ انکار کرتا ہے تو میں گواہ پیش کروں گا۔ یہ بات سن کر اس نے قتل کا اقرار کر لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیسے قتل کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں اور وہ ایک درخت سے لکڑیاں اتار رہے تھے کہ اس نے مجھے گالی دی' مجھے غصہ آ گیا' میں نے اس کے سر پر کلہاڑی ماری اور اس کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم کوئی مال اپنی جان کے بدلہ دے سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس صرف یہ چادر اور کلہاڑی ہے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہاری قوم دیت ادا کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قوم کے ہاں میری کوئی حیثیت نہیں کہ میری دیت ادا کریں۔

آپ ﷺ نے اس کی کلہاڑی اس کی طرف پھینکی اور فرمایا اس کو سنبھال

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۳۰۷۔

لو۔ وہ شخص قاتل کو لے کر چلا گیا۔ جب وہ چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے قاتل کو قتل کیا تو یہ بھی اسی کی طرح ہوگا۔ یہ بات اس آدمی کو معلوم ہوگئی۔ وہ واپس آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے یوں کہا ہے' حالانکہ میں نے اس کو آپ ﷺ کے حکم سے پکڑا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں چاہتے کہ قتل کا گناہ اسی قاتل کے ذمہ رہے۔اس نے جواب دیا: کیوں نہیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یوں چاہتے ہو تو چھوڑ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نے کلہاڑی پھینک دی اور قاتل کو چھوڑ دیا۔

ایک اور روایت میں بھی اسی طرح ہے لیکن اس میں یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے جانے کے بعد ارشاد فرمایا: ''قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں''۔ ایک آدمی اس شخص کے پاس گیا اور آپ ﷺ کا ارشاد بتایا تو اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا۔[1]

اسماعیل بن سالمؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تذکرہ حبیبؒ بن ثابت سے کیا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے ابن شرع رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے معاف کرنے کا کہا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا۔

مسند ابن ابی شیبہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ الحضرمی سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔اس میں یہ بات بھی ہے کہ آپ ﷺ نے مقتول کے ولی سے فرمایا: کیا تم معاف کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا دیت لینا چاہتے ہو؟ جواب دیا: نہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا: کیا قتل کرنا چاہتے ہو۔ جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دھرائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو معاف کر دے تو گناہ اس کے ذمہ رہے گا۔[2]

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۳۰۸۔

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: ۹/ ۴۴۱۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے زمانہ میں قتل ہو گیا۔ وہ قاتل آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو مقتول کے ولی کے سپرد کر دیا۔ وہ قاتل کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا قتل کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ولی سے کہا: اگر یہ اپنی بات میں سچا ہے اور تم اس کو قتل کرتے ہو تو جہنم میں جاؤ گے۔ چنانچہ اس شخص نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ اس کے گلے میں رسی تھی' وہ اس کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کا لقب ہی رسی والا پڑ گیا۔[1]

کتاب الواضحۃ میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاتھوں کا جرم ہے اور دل کی خطاء ہے۔

سنن نسائی میں ہے کہ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا قتل کا ارادہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ولی سے ارشاد فرمایا: اگر یہ اپنی بات میں سچا ہے اور تو نے اس کو قتل کر دیا تو تو بھی جہنم میں داخل ہو گا۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ طائف کے سفر پر گئے' راستہ میں نخلۃ یمانیہ' قرن' ملیح اور مقام لبتہ سے گزر ہوا۔ مقام لبتہ میں آپ ﷺ نے مسجد بنوائی اور نماز ادا کی۔ عمرو بن شعیب ذکر کرتے ہیں کہ مقام لبتہ میں آپ ﷺ نے چرواہوں کے قتل کا قصاص لیا اور یہ زمانہ اسلام میں پہلا قصاص تھا۔ قاتل بنولیث کا تھا اور مقتول قبیلہ ہذیل کا تھا۔

کتاب الواضحۃ والسیر میں ہے کہ محلم بن جثامہ نے عام بن الاضبط الاشجعی کو قتل کر دیا۔ اس کے ولیوں نے قسمیں اٹھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو دیت کے بارے میں کہا تو انہوں نے قبول کر لیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سو اونٹ دیت مقرر کی۔

کتاب السیر میں ہے کہ پچاس مقرر کئے' لیکن یہ پچاس سفر میں تھے اور

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ : ۹/ ٤٤٢.

باقی پچاس سفر سے واپسی پر ہے۔ محلم تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہا۔ تقریباً سات دن زندہ رہا۔ جب وہ مر گیا اور اس کو دفن کیا تو زمین نے اس کو باہر پھینک دیا۔

چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا' اے اللہ! محلم کی مغفرت نہ کرنا۔ یہ بدعا تین مرتبہ کی تھی۔ چنانچہ زمین نے اس کو تین مرتبہ باہر پھینکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زمین اس سے بھی شریر لوگوں کو بھی قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ نے تمہارے لئے سامانِ عبرت پیدا کیا ہے۔ اس کو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھینک دیا اور درندوں نے اس کو کھا لیا۔

پتھر سے قتل کرنیوالے کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک عورت کے سر کو پتھر سے کچل دیا۔[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے بازار میں ایک عورت چاندی کے زیورات سے مزین جا رہی تھی کہ ایک یہودی نے اس کو پتھر مارا۔ اس عورت میں ابھی جان باقی تھی کہ اس کو آپ ﷺ کے پاس حاضر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں فلاں نے مارا ہے؟ اس عورت نے سر کے اشارہ سے نفی میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: اس نے دوبارہ اشارہ سے جواب دیا۔ آپ ﷺ نے تیسری بار دریافت کیا تو اس نے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ یہودی کو پیش کیا گیا۔ اس نے اقرار قتل کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا۔[2]

امام مسلم رحمہ اللہ اور عبدالرزاق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

---

[1] بخاری (فتح الباری): ۵/ ۷۱.

[2] بخاری (فتح الباری): ۵/ ۲۷۱.

اس کو رجم کا حکم دیا' حتیٰ کہ مر گیا۔ [1]

فقہی مسئلہ:

اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قاتل کو اسی آلہ سے قتل کیا جائے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ اہل عراق کے ہاں لوہے کے آلہ سے قتل کریں گے۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ معروف اشارہ کلام کے حکم میں ہے۔

تیسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عورت کے قاتل مرد کو قتل کیا جائے گا۔

حاملہ عورت اور اس کے بچے کے قاتل کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام بخاریؒ' امام مسلمؒ بواسطہ امام مالکؒ ابن شہاب زہریؒ سے' وہ ابوسلمہ بن عبدالرحمنؒ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کی ایک عورت نے دوسری کو گرا دیا تو اس عورت کا حمل ساقط ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ایک غلام یا باندی آزاد کرنے کا حکم دیا۔ [2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے دوسری کو پتھر سے مارا اور عورت اور پیٹ میں موجود بچے کو بھی قتل کر دیا۔ [3]

---

[1] مسلم : ۳/ ۱۲۹۹. مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۲۲.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۱۰/ ۲۱۶. مسلم : ۳/ ۱۳۰۹.

موطا امام مالک : ۲/ ۸۵۵.

[3] مسلم : ۳/ ۱۳۰۹.

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے دوسری کو فسطاط کی لکڑی سے مارا۔ وہ عورت حاملہ تھی اور اس کی سوکن تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے خاندان پر مقرر کی اور پیٹ میں موجود بچے کے بدلہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔[1]

امام نسائی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے دوسری کو کپاس کی خشک لکڑی سے مارا اور اس کے پیٹ میں موجود بچے سمیت قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے اور بچہ کے بدلے میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔[2]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے قاتلہ کو قتل کرنے کا حکم دیا اور غلام کی قیمت پچاس دینار یا چھ سو درہم مقرر کی۔[3]

علامہ عبدالرزاق حضرت عکرمہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ قاتلہ کے شوہر کا نام حمل بن مالک بن نابغہ' قاتلہ کا نام اُمّ عفیف بنت مسروح' اور مقتولہ کا نام ملیکہ بنت عویم تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ جو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قاتلہ کو قتل نہیں کیا' وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن یوسف لیث سے' وہ ابن شہاب رحمہ اللہ سے' وہ سعید بن المسیبؒ سے وہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جنین کے بدلہ غلام کا حکم دیا' وہ قاتلہ آپ ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئی تو آپ ﷺ نے اس کی میراث بیٹے اور شوہر کو دی اور دیت قاتلہ کے عصبات پر مقرر کی۔[4]

---

[1] مسلم : ۳/ ۱۳۱۰.

[2] سنن نسائی : ۸/ ۳۸۹.

[3] سنن ابن ماجه : ۲/ ۸۸۲.

[4] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۲۴.

نامعلوم قاتل کی صورت میں قسم پر آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالکؒ [1] ابن اَبی لیلیٰ رحمہ اللہ سے وہ عبدالرحمٰن بن سہل بن اَبی حثمہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ رضی اللہ عنہما اکٹھے خیبر کی طرف گئے' پھر حضرت محیصہؓ نے آ کر خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور کنویں کے کنارے پڑے ہیں۔ یہودیوں نے کہا خدا کی قسم تم نے اس کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم نے قتل نہیں کیا۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس آئے اور معاملہ کی خبر دی۔

پھر حضرت محیصہ' اس کا بڑا بھائی حضرت حویصہ اور حضرت عبدالرحمٰن آئے اور گفتگو کرنے کے لئے حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بڑا گفتگو کرے۔ چنانچہ حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی پھر محیصہؓ نے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یا تو تم دیت ادا کرو یا پھر اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ ان کو لکھ کر دیا۔ انہوں نے لکھا خدا کی قسم ہم نے قتل نہیں کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت حویصہ' محیصہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ کیا تم قسم کھاتے ہو اور اپنے ساتھی کے خون کے حقدار ہو۔

حدیث اَبی لیلیٰ میں یوں ہے تم اپنے ساتھی کے خون کے حقدار ہو۔

بخاری میں ہے: تم اپنے قاتل یا ساتھی کے خون کے حقدار ہو۔ [2]

سنن اَبی داؤد میں ہے کہ تم اپنے ساتھی کے خون کے حقدار ہو۔ یہ بات آپ ﷺ نے مکرر کی حتیٰ کہ انہوں نے کہا نہیں۔ [3]

---

[1] موطا امام مالك : ٢/ ٨٧٧.

[2] بخاری (فتح الباری) : ١٣/ ١٨٤.

[3] سنن أبی داوٗد : ٤/ ٦٥٨.

ایک حدیث میں یوں ہے کہ انہوں نے کہا ہم وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لہٰذا اب یہود قسم اٹھائیں گے۔[1]

ایک حدیث میں ہے کہ یہود پچاس قسمیں اٹھا کر بری ہو جائیں گے۔[2]

ایک حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم کافروں کی قسم کا اعتبار کیسے کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے دیت دی اور سو اونٹنیاں ان کے سپرد کر دیں۔[3]

سہلؓ کہتے ہیں کہ مجھے سرخ اونٹنی نے تباہ کر دیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک پچاس پچاس ادا کر دے۔[4]

بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں سے دیت ادا کی۔[5]

سنن اَبی داؤد اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آپ ﷺ نے دیت یہود پر لاگو کی کیونکہ میت ان کے علاقہ میں تھی۔[6]

بخاری میں یوں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم قاتل کے گواہ لاؤ۔ انہوں نے کہا: ہمارے پاس گواہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود قسم اٹھائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا' ہم یہود کی قسموں پر راضی نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خون میں ٹال مٹول کرنا نامناسب سمجھا اور صدقہ کے اونٹوں سے دیت ادا کی۔[7]

---

[1] مؤطا امام مالك : ٢/ ٨٧٨.

[2] مسلم : ٣/ ١٢٩١.

[3] مسلم : ٣/ ١٢٩٤.

[4] مسلم : ٣/ ١٢٩٢.

[5] بخاری (فتح الباری) : ١٢/ ٢٢٩.

[6] سنن ابی داؤد : ٤/ ٦٦٢. مصنف عبدالرزاق : ١٠/ ٢٧.

[7] بخاری (فتح الباری) : ١٢/ ٢٢٩.

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہود سے ابتداء کی انہوں نے قسم سے انکار کیا۔ آپ ﷺ نے انصار کو قسم کا کہا' انہوں نے بھی انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے یہود پر دیت مقرر کی۔[1]

حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ' حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ مقتول کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مقتول کے بھائی تھے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اسلام میں قسم کا اوّلین فیصلہ ہے۔

فقہی مسئلہ:

① اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قسم کی بنیاد پر قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

② اور حدیث مسلم سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ دیت کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

③ اور یہ بات بھی ہے کہ انکار پر فیصلہ نہ ہوگا۔

④ ذمی جب حق روکیں تو ان سے لڑائی ہوگی۔

⑤ جو شخص حاکم سے دور ہو وہ اپنی جگہ کے بارے میں مطلع کرے۔

⑥ بغیر گواہوں کے قاضی کا فیصلہ کرنا۔

⑦ غائب کے بارے میں فیصلہ کرنا۔

⑧ اجتماعی قسموں میں صرف ایک آدمی کی قسم کا اعتبار نہ ہوگا۔

⑨ ذمیوں پر اسلامی احکام کا نفاذ۔

آپ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں سے دیت ادا کی کیونکہ وہ لوگ مقروض تھے اور صدقہ کے مستحق تھے اور ان کو یقین نہ تھا کہ قاتل یہودی ہے۔

⑩ آدمی کو زکوٰۃ کے مال سے نصاب سے زیادہ دینا جائز ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ خون کے

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۲۹.

مدعیین میں قسمیں تقسیم ہوں گی۔ البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں میت کی طرف سے قسم معتبر نہ ہوگی۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جب مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان دشمنی ہو تو قسم واجب ہے۔

ابن لبابہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کے دعویٰ کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے تو ہر کوئی دعویٰ کر دے' اور قصاص و دیت ختم ہو جائے۔[1]

مسند بزار میں منقول ہے کہ ایک قوم نے یمن میں کنواں کھودا' اس میں شیر گر گیا' لوگ اس کو دیکھنے لگے حتیٰ کہ ایک آدمی اس میں گر گیا وہ دوسرے آدمی سے لٹک گیا وہ گرنے لگا تو تیسرے سے لٹک گیا حتیٰ کہ چار آدمی ہو گئے اور کنویں میں گر گئے شیر نے ان کو قتل کر دیا ایک آدمی نے نیزے سے اس شیر کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے پہلے شخص سے کہا کہ تم نے ان کو قتل کیا ہے' لہٰذا تم دیت ادا کرو اس نے انکار کر دیا حتیٰ کہ لوگ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس فیصلہ کے لئے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کنویں پر موجود لوگوں سے دیت کا چوتھا حصہ' تیسرا حصہ' آدھی دیت اور مکمل دیت جمع کرو۔ پہلے کو چوتھائی حصہ دو کیونکہ تین اس کے اوپر ہلاک ہوئے ہیں۔ دوسرے کو تیسرا حصہ' کیونکہ اس کی وجہ سے دو ہلاک ہوئے ہیں اور تیسرے کو آدمی دیت دو کیونکہ اس کی وجہ سے ایک ہلاک ہوا' اور آخری کو کامل دیت دو۔

یہ لوگ اگلے سال آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور تمام قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا وہی ٹھیک ہے۔[2]

---

[1] مسلم : ٢/ ١٣٣٧.

[2] كشف الأستار : ٢/ ٢٠٧.

والد کی بیوی سے نکاح کرنے والے کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

اور حضرت علی ابن ابی طالب کو ماریہ کے چچازاد کی طرف بھیجنا کہ اگر وہ وہاں ہو تو اس کو قتل کر دو' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہونا کہ وہ مجبوب ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اس کو چھوڑنا۔

سنن نسائی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول [1] ہے کہ حضرت براء فرماتے ہیں کہ میں اپنے ماموں ابو بردۃ سے ملا ان کے پاس نیزہ تھا۔ وہ فرما رہے تھے مجھے آپ ﷺ نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے شادی کی ہے۔

سنن نسائی میں ہے کہ اس شخص کی جانب بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی منکوحہ سے جماع کیا ہے تاکہ اس کو قتل کر دوں۔

ایک اور روایت میں ہے تاکہ اس کا سر کاٹ دوں اور مال لے آؤں۔

ابن السکن کتاب الصحابۃ میں اور ابن ابی خیثمہ نقل کرتے ہیں کہ خالد بن کریم' معاویہ بن قرۃ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے دادا کو آپ ﷺ نے ایسے شخص کی طرف روانہ کیا جو جماع کی نیت سے اپنے باپ کی بیوی کے کمرے میں داخل ہوا تھا کہ میں اس کی گردن کاٹوں اور مال کا پانچواں حصہ لے آؤں۔ علامہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کتاب ابن سکن اور کتاب ابن ابی خیثمہ میں منقول ہے کہ حضرت ماریہؓ جو

---

[1] سنن نسائی: ٦/ ١٠٨ مصنف ابن ابی شیبہ ١٢/ ٥١٣

کہ آپ ﷺ کی اُم ولد ہیں کا چچا زاد ان کے ساتھ متہم ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جاؤ دیکھو اگر وہ ماریہ کے پاس ہو تو اس کو قتل کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ کنویں میں غسل کر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر باہر نکالا تو معلوم ہوا کہ آلۂ تناسل نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے قتل سے رُک گئے اور آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کا آلۂ تناسل نہیں ہے۔ ثابت البنانی نے اس روایت کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ ایک باغ میں کھجوریں اکٹھی کرتے ہوئے ملا۔ اس نے اپنے اردگرد چادر لپیٹ رکھی تھی' جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تلوار دیکھی تو مارے خوف کے بھاگ نکلا۔ اس پریشانی میں اس کا کپڑا کھل گیا اور وہ بے پردہ ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ اس کا آلۂ تناسل ہی نہیں ہے۔

آپ ﷺ کا فیصلہ اس مقتول کے بارے میں جس کی لاش دو بستیوں کے درمیان ہو

مسند ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک لاش دو بستیوں کے درمیان ملی۔ آپ ﷺ نے بستیوں کا فاصلہ پیائش کرنے کا حکم دیا' وہ لاش ایک بستی کے زیادہ قریب نکلی۔ میں آپ ﷺ کی بالشت کو دیکھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس لاش کو اس بستی میں ڈال دیا جو زیادہ قریب تھی۔

مصنف عبدالرزاق[1] میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ہے کہ

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۴۲.

آپ ﷺ نے دو قوموں کی زمین کے درمیان موجود مقتول کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ مدعی علیہ پر قسم ضروری ہے۔ اگر مدعی علیہ انکار کرے تو مدعی سے قسم کا کہا جائے گا۔ اگر دونوں قسم سے انکار کر دیں تو آدھی دیت مدعی علیہ کے ذمہ ہوگی اور آدھی دیت مدعی کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی۔

زخمی سے قصاص لینے کا حکم

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ زخم ٹھیک ہونے کے بعد قصاص لیا جائے۔

مصنف عبدالرزاق [1] میں ابن جریج حضرت عمرو بن شعیبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاؤں میں تلوار سے زخم کر دیا۔ اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا بدلہ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: زخم ٹھیک ہو لینے دو۔ لیکن اس نے انکار کیا اور فوری بدلہ کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے بدلہ دلوا دیا۔ جس سے بدلہ لیا گیا وہ ٹھیک ہو گیا اور مدعی بدستور لنگڑا رہا۔

وہ کہنے لگا میں لنگڑا ہوں اور میرا ساتھی ٹھیک ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ زخم ٹھیک ہونے دو' لیکن تم نے میری بات نہ مانی' اللہ نے تمہارے لنگڑے پن کو طویل کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اگر کوئی زخمی ہو جائے تو زخم ٹھیک ہونے سے پہلے بدلہ نہ لے۔

حاصل یہ ہے کہ زخم کے ٹھیک ہونے پر بدلہ لے اور اگر عضو ضائع ہو جائے یا بالکل لنگڑا ہو جائے تو بدلہ نہ لے بلکہ دیت وصول کرے۔ اگر کوئی شخص زخم کا بدلہ مانگتا ہے اور مجرم کو زخم لگتا ہے تو دیت کی بقیہ رقم اس کے ساتھی کے ذمہ ہوگی۔

عطاء ابن اُبی رباح فرماتے ہیں کہ زخم کا بدلہ ہے۔ قاضی ایسے مجرم کی پٹائی یا قصد نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں بدلہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[1] مصنف عبدالرزاق: ۹/ ٤٥٤.

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ ترجمہ: اگر اللہ چاہتے تو پٹائی یا قید کا حکم دیتے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے بدلہ لیا جائے اور اس کی جرأت پر سزا دی جائے گی۔

کتاب بخاری و مسلم[1] میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نضر کی بیٹی نے باندی کے طمانچہ مارا اور سامنے والے دانت توڑ دیئے۔

امام مسلم رحمہ اللہ ایک اور روایت نقل کرتے ہیں[2] کہ نضر کی بیٹی نے باندی کا دانت توڑ دیا' اس کے خاندان والے آپ ﷺ کی خدمت میں جھگڑا لے کر حاضر ہوئے' آپ ﷺ نے قصاص کا حکم دیا۔

اُمّ ربیع رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ خدا کی قسم! قصاص نہ لیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اے اُمّ ربیع! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے۔ اس نے جواب دیا: خدا کی قسم! کبھی بھی قصاص نہ لیا جائے گا وہ یوں ہی کہتی رہیں حتیٰ کہ باندی کے اعزہ نے دیت کو قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ ان کی قسم پوری فرماتے ہیں۔

کتاب بخاری و مسلم[3] میں منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو دانتوں سے پکڑ لیا اس نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا تو اس کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے' جھگڑا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم یوں ایک دوسرے کو کاٹتے ہو جیسا کہ اونٹ کاٹتا ہے' جاؤ کوئی دیت نہیں ہے۔

سنن اَبی داوُد[4] میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ٹھیک طرح سے نہ دیکھنے

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۲۲۳.

[2] مسلم : ۱۳۰۲۳.

[3] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۲۱۹. مسلم : ۳/ ۱۳۰۰.

[4] سنن ابی داوٗد ٤/ ٦٩٥.

والی آنکھ کے بارے میں ایک تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا۔

کتاب المدونہ اور موطا[1] میں حضرت زید بن ثابتؓ سے منقول ہے کہ سو دینار کا فیصلہ کیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں اجتہاد ہے۔

شادی شدہ کا اقرار زنا اور آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالکؒ بواسطہ یحییٰ بن سعیدؒ حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں[2] کہ بنو اسلم کا ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اقرار زنا کیا۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا کیا کسی اور سے بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا سے توبہ کرو اور جو چیز اللہ نے چھپائی ہے اس کو چھپائے رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ اس شخص کے دل کو چین نہ آیا' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ابوبکر والی گفتگو کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہی جواب دیا لیکن اس کے دِل کو قرار نہ آیا حتیٰ کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اقرار زنا کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا۔ اس نے دوبارہ کہا' حتیٰ کہ تین مرتبہ سے زیادہ جب اعراض کیا تو آپ ﷺ نے اس کے خاندان والوں سے معلوم کیا کہ کیا یہ پاگل و دیوانہ تو نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کنوارہ ہے یا شادی شدہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ شادی شدہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سنگسار کا حکم دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محمود سے وہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے وہ معمر رحمۃ اللہ علیہ سے' وہ ابن شہاب زہریؒ سے' وہ ابوسلمۃ رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں[3]

---

[1] موطا امام مالك : ٢/ ٨٥٧.

[2] موطا امام مالك : ٢/ ٨٢٠.

[3] بخاري (فتح الباري) : ١٢/ ١٢٩.

کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اعتراف زنا کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا' حتیٰ کہ اس نے چار مرتبہ اقرار کر لیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تم پاگل ہو؟ جواب دیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم شادی شدہ ہو؟ جواب دیا: ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کو پتھر لگے تو بھاگ گیا لوگوں نے پکڑ لیا حتیٰ کہ دوران سنگسار فوت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی اچھائی بیان کی اور نمازِ جنازہ ادا کی۔

امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں[1] کہ اس نے چار مرتبہ اعتراف کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے دو مرتبہ اعتراف کیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس نے دو یا تین مرتبہ اعتراف کیا۔ پھر آپ ﷺ نے عشاء کی نماز میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ کیا جب ہم جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہمارے اہل وعیال میں ایسا شخص پیچھے رہ جاتا ہے جو کہ بکرے کی طرح باشہوت آوازیں نکالتا ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے شخص کو میں عبرت ناک سزا دوں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ اس کے لئے استغفار کیا اور نہ ہی برا بھلا کہا۔ ایک حدیث میں یوں ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ دو یا تین دِن ٹھہرے رہے' پھر آپ ﷺ نے فرمایا' ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے استغفار کرو۔ چنانچہ انہوں نے استغفار کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو امت پر تقسیم کیا جائے تو کافی ہو جائے۔ سنن ابی داؤد میں منقول ہے[2] کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم اب وہ جنت کی نہروں میں غوطہ زن ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ یعقوب بن زید رحمہ اللہ سے وہ اپنے باپ زید بن طلحہؒ سے اور وہ ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی ملیکۃ سے روایت کرتے ہیں[3] کہ ایک عورت آپ

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۳۱۹.

[2] سنن ابی داؤد: ٤/ ٥٨٠.

[3] مؤطا امام مالك: ٢/ ٨٢١.

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے بتایا کہ اس نے زنا کیا ہے اور حاملہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ جب وضع حمل ہو جائے پھر آنا۔ جب وضع حمل کے بعد آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنے کے بعد آنا۔ جب مدت رضاعت کے بعد آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اس کو کسی کے سپرد کر آؤ۔ جب وہ اپنے بچے کو سپرد کر آئی تو آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں [1] کہ آپ ﷺ نے قد آدم کے بقدر گہرا گڑھا کھودنے کا حکم دیا' پھر اس میں اس کو سنگسار کر دیا اور پھر نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ زانیہ کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو مدینہ کے ستر افراد پر تقسیم کیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔ کیا تمہیں اس سے افضل توبہ ملی ہے کہ اس نے اپنے نفس کو اچھا بنا کر خدا کے سامنے پیش کیا۔

امام نسائی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو سنگسار کیا اور حجر پر سواری اس کو چنے کی بقدر پتھر مارا۔

فقہی مسئلہ:

امام مالک رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اقرار زنا پر بھی حد نافذ ہو گی۔ چار مرتبہ اقرار کا انتظار نہ کیا جائے گا اور جس کو سنگسار کرنا واجب ہو اس کو کوڑے نہ لگائے جائیں گے' اور پاگل و دیوانہ کا اقرار معتبر نہ ہو گا۔

یہودی کو سنگسار کرنے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالک رحمہ اللہ بواسطہ امام نافع رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۳۲۳۔

روایت کرتے ہیں[1] کہ کچھ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک مرد اور عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تورات میں اس کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایسے لوگوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو تورات میں سنگساری کی آیت ہے۔ وہ لوگ تورات لے کر آئے اور اس کو کھول کر پڑھنے لگے۔ اس شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر ماقبل اور مابعد کی عبارت پڑھ دی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ جب ہاتھ اٹھایا تو نیچے آیت رجم تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دورانِ رجم میں نے دیکھا کہ مرد عورت پر جھکا ہوا اس کو پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سنگسار کا حکم قرآن میں ہے اور اہل علم اس کو سمجھ جاتے ہیں۔[2]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں یہودی ذمی نہیں تھے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ذمی تھے۔[3]

علامہ زجاج رحمہ اللہ معانی القرآن میں ذکر کرتے ہیں کہ مقام خیبر میں یہود کے ہاں زنا عام ہو چکا تھا' اور تورات میں شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری تھی۔ چنانچہ ایک مرد اور عورت نے زنا کیا تو یہود نے چاہا کہ نبی کریم ﷺ پر کوڑے لگانے کا حکم نازل ہونا چاہیے۔

---

[1] موطا امام مالک : ۲/ ۸۱۹.

[2] سنن نسائی : ٤/ ۲۷۳.

[3] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۱٦٦.

امام ابوداؤدؒ [1] یحیٰ بن موسیٰ البلخیؒ سے وہ ابو سلامۃ سے وہ مجالدؒ سے وہ عامرؒ سے اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودی ایک زانی مرد و عورت کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو عالموں کو لاؤ۔ یہودی صوریا کے بیٹوں کو لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ تورات میں اس کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر چار گواہ ایسے ہوں کہ انہوں نے دیا سلائی کو سرمہ دانی میں ڈالنے کی مثل دیکھا ہو تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تم ان کو سنگسار کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ نہیں ہیں لہٰذا ہم قتل کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے گواہ طلب کئے۔ چار گواہ حاضر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے سنگسار کا حکم دیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ چار یہودی لاؤ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔

یہ بات بھی منقول ہے کہ راوی مجالد غیر مقبول ہے۔ آپ ﷺ نے بغیر یہود کے گواہوں کے یا وحی الٰہی سے یا پھر مسلمان گواہوں کی موجودگی میں فیصلہ فرمایا یا ان کے اقرار پر فیصلہ فرمایا۔

مسند بزار میں منقول ہے [2] کہ یہودی آپ ﷺ کی خدمت میں صوریا کے بیٹوں کو لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم ان سے زیادہ پڑھے لکھے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا گمان ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے قسم دے کر پوچھا کہ تورات میں کیا حکم ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد : ۴/ ۶۰۰.

[2] کشف الاستار : ۲/ ۲۱۹.

انہوں نے جواب دیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ گھر میں ہو تو شک کی بنا پر سزا ہے۔ اور اگر عورت کے کپڑے یا پیٹ پر ہو تو بھی شک کی بنا پر سزا ہے' اور اگر چار گواہ ہوں تو سنگسار ہے۔

فقہی مسئلہ:

① اگر یہودی اسلامی قانون سے راضی ہو تو ان کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔

② سنگسار کے لئے کنواں یا گڑھا نہ کھودا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے' چاہے گڑھا کھودے یا نہ کھودے۔

③ سنگسار شدہ کو کوڑے لگانا ناجائز ہے۔

سنن ابی داؤد[1] اور کتاب اشرف میں روایت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی باندی سے جماع کرے تو اگر اس عورت نے اس کو حلال کیا ہے تو مرد کے لئے کوڑے کی سزا اور اگر حلال نہیں کیا تو سنگسار کرنے کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے۔

صلح حرام کے معاہدہ کو توڑنا' کنوارے زانی پر حد قائم کرنا' مریض پر حد قائم کرنا اور کوڑے کی کیفیت کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالک[2] رحمۃ اللہ علیہ ابن شہاب زہریؒ سے وہ عبیداللہؒ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے وہ حضرت ابوہریرۃ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخص جھگڑا لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ قرآن کی روشنی میں ہمارا فیصلہ فرمائیے۔ دوسرا شخص جو کہ سمجھ دار

[1] سنن ابی داؤد : ٤/ ٦٠٥.

[2] مؤطا امام مالک : ٢/ ٨٢٢.

تھا' کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! جلدی کریں قرآن کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے بولنے کا موقعہ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو! کیا کہتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میرا بیٹا اس کا خادم تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ تمہارے بیٹے کی سزا سنگساری ہے۔ چنانچہ میں نے فدیہ کے طور پر سو بکریاں اور ایک باندی دی۔

پھر میں نے اہل علم سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے' اور اس کی بیوی کی سزا سنگساری ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا' وہ یہ ہے کہ بکریاں اور باندی تمہیں واپس ہوں گے اس کے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہوگی۔ اور آپ ﷺ نے انیس الاسلمی کو حکم دیا کہ اس کی بیوی کو لاؤ' اگر وہ اعتراف کرے تو سنگسار کر دو۔ اس نے اعتراف کر لیا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کہ ''میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا'' اس کا مطلب ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

بعض حضرات کہتے ہیں شادی شدہ زانی کی سزا سنگسار کرنا قرآن کی اس آیت میں پوشیدہ ہے: ﴿ ویدرؤ عنها العذاب ﴾ ۔

فقہی مسئلہ:

① صلح حرام کو توڑنا چاہئے۔

② اقامت حدود کے لئے وکیل کرنا جائز ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدود کے معاملہ میں وکیل کرنا ناجائز ہے۔ ہاں! البتہ خاص گواہ پیش کرنے میں جائز ہے۔

③ زانی کا ایک مرتبہ کا اقرار کافی ہے۔

④ جس پر سنگسار کرنا واجب ہو اس کو کوڑے نہ لگائے جائیں گے۔

⑤ عالم سے مسئلہ پوچھنا چاہئے۔
⑥ بادشاہ وقت سنگسار کرنے کے لئے کسی کو روانہ کر سکتا ہے۔ اگر جرم ثابت ہو جائے تو سزا ہے ورنہ الزام لگانے والے پر سزا ہے۔
⑦ احکام میں خبر واحد کا اعتبار ہے۔
⑧ محکوم علیہ کا عذر معتبر ہے۔
⑨ کنوارے زانی کو جلا وطن کرنا جائز ہے۔
⑩ غلام اور عورت کو جلا وطن نہیں کیا جا سکتا ہے۔

امام مالک[1] رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے اعتراف زنا کیا۔ آپ ﷺ نے ایک کوڑا منگوایا۔ لوگوں نے ٹوٹا ہوا کوڑا پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دوسرا لاؤ۔ لوگ نیا لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اور لاؤ۔ چنانچہ لوگ نرم کوڑا لائے۔ آپ ﷺ نے اس سے سزا کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں یہ بات نرمی سے کہتا ہوں کہ اللہ کی حدود سے دور رہو اور جو شخص ان حدود میں داخل ہو تو اپنے آپ کو چھپا لے ظاہر نہ کرے اس لئے کہ جس کا جرم ظاہر ہوا ہم اس کو سزا دیں گے۔

اس حدیث میں حدود سے مراد تمام معاصی ہیں۔ مثلاً شراب' زنا' چوری وغیرہ۔

کتاب ابی عبید میں منقول ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک ناقص الخلقت شخص کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو کہ کسی کی باندی سے زنا کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور کا ایک گچھا لاؤ جس میں سو ٹہنیاں ہوں اور اس کو ایک مرتبہ لگاؤ۔

ابن قتیبہ شرح الحدیث میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو کوڑے لگاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس کی موت کا خوف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور کا گچھا لے آؤ' اس سے مارو۔

[1] موطا امام مالک: ۲/ ۸۲۵۔

شراب نوشی، الزام تراشی اور لواطت کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام نسائی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں [1] کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اللہ نے میری براءت کا اعلان فرمایا تو آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور قرآن کی آیات لوگوں کو سنائیں اور پھر دو مردوں اور عورت کو حد لگانے کا حکم دیا۔

امام بخاری [2] رحمہ اللہ حضرت عروۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ واقعہ افک میں ملوث تین افراد کا مجھے علم ہے۔ حضرت حسان، مسطح اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہ۔ لیکن یہ حضرات عبداللہ بن اُبی بن سلول کے پیچھے چل کر یوں الزام لگا بیٹھے جس کا تذکرہ قرآن میں ہے: ﴿ والذی تولی کبرہ منھم ﴾

اس آیت سے مراد عبداللہ بن اُبی سلول ہے۔

لواطت کرنے والے کے بارے میں آپ ﷺ سے سنگسار کرنا یا سنگسار کا حکم ثابت نہیں ہے، البتہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر دو۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے اس کو روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ چاہے شادی شدہ ہوں یا کنوارے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم نامہ لکھ کر روانہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں کافی سختی کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو رجم

---

[1] سنن نسائی : ۹/ ۳۲۵.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۴۳۱.

کرنے کے بعد جلا دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر شادی شدہ ہوں تو سنگسار کر دیا جائے۔

ابن القصار ذکر کرتے ہیں کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فاعل و مفعول کو پہاڑ سے گرا دیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان پر دیوار گرا دی جائے۔

مشہور کتابوں میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے کسی مرتد یا زندیق کو قتل کیا ہو۔ البتہ یہ بات ثابت[1] ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے دین کو تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتدہ اُم قرفہ کو قتل کیا۔

امام بخاری[2] رحمہ اللہ حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نعمان یا ابن نعمان کو نشہ کی حالت میں آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا' وہ گر پڑا' آپ ﷺ نے وہاں موجود لوگوں کو اسے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے جوتوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے مارا اور میں ان کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں[3] کہ شراب کا نشہ کرنے والے کو آپ ﷺ نے کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے سزا دی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو چالیس کوڑے لگوائے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم شرابی کو آپ ﷺ ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں جوتوں' ٹہنیوں وغیرہ سے مارتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری زمانہ میں چالیس کوڑوں کا حکم دیا۔ لیکن جب لوگوں کو زیادہ مشغول پایا تو اسی کوڑوں کا حکم دیا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٤٩.

[2] بخاری (فتح الباری) : ١٢/ ٦٥.

[3] بخاری (فتح الباری) : ١٢/ ٦٦.

مناقب عثمان رضی اللہ عنہ میں[1] ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہوں نے ولید بن عقبہ کو اسی کوڑے لگائے۔

ایک اور روایت میں[2] ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حمران اور ایک اور شخص ولید بن عقبہ کے خلاف گواہی لے کر آئے۔ حضرت حمران رحمہ اللہ نے اس کو شراب پیتے دیکھا تھا اور دوسرے شخص نے قئے کرتے دیکھا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب پی کر ہی قئے کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو کوڑے لگاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کوڑے لگانے کا کہا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سخت آدمی کے سپرد کرو جو کہ خیر کو پہچانتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ تم کوڑے لگاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کوڑے لگائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شمار کئے جب چالیس ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس کر دو۔ کیونکہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی لگائے' اور یہ سب سنت ہیں لیکن مجھے چالیس پسند ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ اسی کی بناء پر چالیس کے قائل ہیں۔

مصنف عبدالرزاق میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اسی کوڑے لگوائے۔[3]

وہ حدود اللہ جن میں معافی کی گنجائش نہیں ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① مرتد کا قتل۔
② زندیق کا قتل۔
③ چور کی سزا۔
④ اللہ' رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۵۳۔
[2] مسلم : ۳/ ۱۳۳۱۔
[3] مصنف عبدالرزاق : ۷/ ۳۷۹۔

⑤ کافر کا لڑائی کرنا۔

⑥ زنا کی حد۔

⑦ شراب کی حد۔

⑧ لواطت کی سزا۔

کئی مرتبہ چوری کرنیوالے کے بارے میں آپ ؐ کا فیصلہ

امام مالک[1] رحمۃ اللہ علیہ بواسطہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ڈھال چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔

امام مالک[2] ابن شہابؒ سے وہ صفوانؒ بن عبداللہ بن صفوان سے نقل کرتے ہیں کسی شخص نے حضرت صفوان بن امیہؓ سے کہا کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ حضرت صفوانؓ بن امیہ مدینہ تشریف لائے اور مسجد نبوی میں چادر کا تکیہ بنا کر سو گئے۔ ایک چور ان کی چادر چوری کر کے لے گیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے چور پکڑ لیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوانؓ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرا یہ ارادہ نہ تھا۔ یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لانے سے پہلے یوں کرنا چاہئے تھا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں[3] کہ ابن محیریز نے فرمایا میں نے فضالۃ بن عبیدؓ سے چور کے کٹے ہوئے ہاتھ کو گردن میں لٹکانے کے بارے میں دریافت کیا تو

---

[1] موطا امام مالک : ۲/ ۸۳۱.

[2] موطا امام مالک : ۲/ ٤٦٧.

[3] سنن نسائی : ۸/ ٤٦٧.

انہوں نے جواب دیا کہ سنت ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ نے چور کا ہاتھ کاٹا اور گردن میں لٹکا دیا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام بخاریؒ و مسلم رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں [1] کہ ایک مخزومی عورت کی چوری نے قریش کو بہت پریشان کیا۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر قریش کہنے لگے کہ اس عورت کے بارے میں صرف اسامۃ بن زید ہی سفارش کر سکتے ہیں' کیونکہ یہ آپ ﷺ کو بہت محبوب ہیں۔ حضرت اسامۃ بن زید نے اس بارے میں گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو۔ حضرت اسامہ کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! میرے لئے استغفار کیجئے۔ چنانچہ شام کو آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا:

"پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ اگر کوئی معزز و طاقتور چوری کرتا تو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو سزا دیتے۔ خدا کی قسم! اگر میری بیٹی بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹے جاتے"۔

پھر آپ ﷺ نے اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

امام مسلم رحمہ اللہ ایک اور روایت نقل کرتے ہیں [2] کہ اس عورت کے بارے میں حضرت ام سلمۃ نے سفارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوتی تو بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ چنانچہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

ایک حدیث میں [3] ہے کہ یہ مخزومی عورت زیور اور سامان ادھار لیتی اور دینے سے انکار کرتی۔ چنانچہ آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

مصنف عبدالرزاق میں منقول [4] ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک چور

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۸۷. مسلم : ۳/ ۱۳۱۵.

[2] مسلم : ۳/ ۱۳۱۶.

[3] مسلم : ۳/ ۱۳۱۶.

[4] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۱۸۸.

غلام پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو چار مرتبہ چھوڑ دیا۔ جب پانچویں مرتبہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر چھٹی مرتبہ دوبارہ چوری کے الزام میں آیا تو پاؤں کاٹ دیا۔ پھر جب ساتویں مرتبہ آیا تو دوسرا ہاتھ کاٹ دیا اور جب آٹھویں مرتبہ آیا تو دوسرا پاؤں بھی کاٹ دیا۔

کتاب الواضحہ میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک چور لایا گیا' آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ اس نے چوری کی ہے' آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ وہ دوبارہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے پھر قتل کا حکم دیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ اس نے چوری کی ہے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ بار بار چوری کرنے پر چاروں ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس نے اپنے منہ سے کوئی چیز چوری کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم سنا دیا۔

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ قتل کا حکم اس چور کے ساتھ خاص ہے البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ابوالمصعب فرماتے ہیں کہ پانچویں مرتبہ چوری کرنے پر قتل کر دیا جائے۔

سنن اُبی داوٗد میں [1] ہے کہ آپ ﷺ نے پانچویں مرتبہ قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا اور کنویں میں ڈال دیا گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس پر پتھر پھینکے۔

علامہ اصیلیؒ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بچے چوری کرتا تھا۔ جب اس کا مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

علامہ عبدالرزاق' امام ثوریؒ سے وہ ایک شخص کے واسطہ سے حضرت حسن

[1] سنن ابی داؤد : ٤/ ٥٦٥.

بصریؒ سے نقل کرتے ہیں [1] کہ آپ ﷺ کے پاس ایسا چور حاضر کیا گیا جو کہ کھانا چوری کرتا تھا' آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص گوشت' ثرید وغیرہ کی چوری کرے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' بلکہ اس کو کوئی اور سزا ہوگی۔

مسلمان' ذمی یا کافر کو گالی دینا اور جادوگر کو قتل کرنے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

بخاری و مسلم [2] میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو پیش کیا' اس عورت کا نام زینب بنت الحارث بن سلام تھا۔ اس نے بکری کے شانے میں زہر زیادہ لگایا تھا۔ جب اس نے آپ ﷺ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ ﷺ نے شانے کا حصہ اٹھایا اور لقمہ منہ میں رکھا لیکن اس کو نگلا نہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے بھی لقمہ لیا اور کھا گئے۔ آپ ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا کہ اس ہڈی نے مجھے خبر دی ہے کہ اس میں زہر ہے۔ جب اس عورت کو بلایا تو اس نے اعتراف کر لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ عورت کہنے لگی: میرا خیال تھا کہ اگر آپ ﷺ بادشاہ ہیں تو ہم کو نجات مل جائے گی اور اگر نبی ہیں تو آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا حضرت بشر رضی اللہ عنہ اسی لقمہ کی وجہ سے وفات پا گئے۔

امام بخاری' امام مسلم' اسماعیل القاضی اور ابن ہشام رحمہم اللہ اس بات پر متفق

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ١٠/ ٢٢٢.

[2] بخاری (فتح الباری): ٥/ ٢٣٠. مسلم: ٤/ ١٧٢١.

ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے درگزر فرمایا۔

سنن ابی داوٗد[1] اور کتاب شرف المصطفیٰ میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا کیونکہ اس کی وجہ سے ایک مسلمان فوت ہوا تھا۔

کتاب الشرف میں یہ بھی ہے کہ اس کو سولی چڑھا دیا گیا۔

مصنف عبدالرزاق میں منقول[2] ہے کہ ایک جادوگر آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو قید کر لو' اگر تو وہ شخص جس پر جادو کیا ہے مر گیا تو اس کو بھی قتل کر دو۔ آپ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ جادوگر کی سزا تلوار سے ہے۔

ابن سلام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی اس مدبرۃ باندی کو قتل کرایا جس نے جادو کیا تھا۔ حضرت حفصہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت عثمان نے ان کے اس اقدام کا برا منایا کہ بغیر حاکم کے فیصلہ کیا ہے۔

ابن المنذر کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس باندی کو خرید لیا تھا' اور یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جادوگر کی سزا تلوار ہے۔

سنن نسائی اور سنن اَبی داوٗد[3] میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نے اپنی اُمّ ولد باندی کو سنا کہ آپ ﷺ کو گالی دے رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس باندی کے خون کو حلال قرار دیا۔

فقہی مسئلہ:

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے اور توبہ کا موقعہ بھی نہ دیا جائے بخلاف مرتد کے کہ اس کو توبہ کا

---

[1] سنن أبی داوٗد: ٤/ ٦٥٠.

[2] مصنف عبدالرزاق: ١٠/ ١٨٤.

[3] سنن ابی داوٗد: ٤/ ٥٢٨. سنن نسائی: ٧/ ١٢٣.

موقعہ دیا جائے گا۔

ابن المنذر اپنی کتاب ''الاشراف'' میں ذکر کرتے ہیں کہ اکثر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ذمی آپ ﷺ کو گالی دے تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا اس لئے کہ اس کے سر پر شرک جیسا عظیم گناہ موجود ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا یہ قول کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے کہ اس نے اللہ و رسول کو تکلیف دی ہے۔ چنانچہ ایک جماعت نے آپ ﷺ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا۔

کتاب اشرف میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کا سر توبرہ میں لے کر آئے۔

یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی نفی کرتی ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ قول جو انہوں نے حضرت ابوبرزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا جبکہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی زبان سے تکلیف دی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تھا کہ یہ صرف نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔ ان کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ گالی پر قتل کر دے۔

یہ قول اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے۔ اسی لئے وہ شخص بھی مستحق قتل ہے جو آپ ﷺ کو تکلیف دے یا آپ ﷺ کی ذات میں کوئی عیب نکالے۔ اس روایت کو عیسیٰ نے ابن القاسم سے "المستخرجۃ" میں نقل کیا ہے۔

ابن وہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے تذلیل و اہانت یا عیب کی نیت سے آپ ﷺ کو گندا کہا، اس کو قتل کیا جائے گا۔

کتاب المستخرجة میں عیسیٰ ابن القاسم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے اس کو توبہ کے بعد بھی قتل کیا جائے گا اور اس کی وراثت مسلمانوں میں تقسیم ہوگی چاہے اس نے گالی چھپ کر نکالی ہو یا پھر کھلے عام دی ہو۔

امام مالکؒ اور ابن القاسم رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔ لیکن ان کی کتابوں کے علاوہ دیگر کتب میں موجود ہے کہ بغیر توبہ کے ہی قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن الحکم رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے یوں ہی روایت کیا ہے۔

کتاب الجهاد

مشرکین کے پہلے مقتول اور اس کے مالِ غنیمت میں آپ ﷺ کا فیصلہ

ابن النحاس ؒ معانی القرآن میں، اسماعیل القاضیؒ احکام القرآن میں اور ابن ہشامؒ سیرت میں نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا۔ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ۸ر رجب کو روانہ کیا۔ اسماعیل القاضی فرماتے ہیں کہ جمادی الثانیہ میں روانہ کیا۔ کتاب السیر میں یہ بھی ہے کہ رجب کے آخر اور شعبان کے شروع میں روانہ کیا۔

ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ اور اسماعیل القاضی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ان کا امیر حضرت ابوعبیدة رضی اللہ عنہ بن الحارث کو مقرر کیا۔ جب یہ چلنے لگے تو آپ ﷺ کے عشق میں رونے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو رقعہ دے کر روانہ کیا اور فرمایا کہ فلاں مقام پر پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنا اور نہ ہی اپنے کسی ساتھی کو ناپسند کرنا۔ کتاب السیر میں منقول ہے کہ دو دن کی مسافت کے بعد انہوں نے رقعہ پڑھا، اس میں لکھا تھا کہ جب تم یہ رقعہ پڑھو تو سفر کرتے رہنا حتیٰ کہ مکہ و طائف کے درمیان مقام نخلۃ میں پہنچ جاؤ اور قریش کی جاسوسی کرنا اور ہمیں ان کی خبر دینا۔

جب انہوں نے خط پڑھا تو اِنا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے فرمایا کہ اطاعت وفرماں برداری ہے۔ پھر اپنے اصحاب سے کہا جو میرے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہے کرے اور جو واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس چلا جائے، کیونکہ مجھے نبی کریم ﷺ

نے زبردستی کرنے سے منع کیا ہے۔ ابن النحاسؒ اور اسماعیل القاضی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دو آدمی واپس چلے گئے' لیکن ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کوئی بھی واپس نہ گیا حتیٰ کہ مقام نجران میں پہنچے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اونٹ گم ہو گیا وہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مع الاصحاب آپ ﷺ کے حکم کے مطابق مقام نخلہ میں پہنچے' وہاں سے قریش کا ایک قافلہ گزرا کہ اس کے اونٹ انگور' سالن اور مال تجارت سے لدے ہوئے تھے' اور اس قافلے میں عمرو بن الحضرمی اور عبداللہ بن عباد بھی تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا کہ ہم نے ان کو آج رات چھوڑ دیا تو یہ حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اور لڑنا ناممکن ہو جائے گا۔ اور اگر ان کو قتل کرو گے تو یہ بھی اشہر الحرام میں قتل کریں گے۔ چنانچہ یہ لوگ حملہ کرنے میں متردد ہو گئے لیکن پھر اس بات پر متفق ہو گئے کہ جو قابو آئے اس کو قتل کر دو اور مال حاصل کرو۔

چنانچہ حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ التمیمی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر سے قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سامان اور قیدی لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو تم کو اشہر الحرام میں قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سامان اور قیدیوں کو روک دیا اور سامان لینے سے انکار کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو لوگوں کو گمان ہوا کہ ہم ہلاک ہو گئے ہیں اور دیگر مسلمانوں نے بھی ان کو سخت کلمات کہے۔

دوسری جانب قریش کہنے لگے کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب نے اشہر الحرامؑ کو حلال کر لیا اور ان ایام میں خون بہایا' مال لیا اور لوگوں کو قیدی بنایا ہے اور شعبان

میں یہ کام کیا۔ ادھر یہودیوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے نیک شگون نکالتے ہوئے فرمایا: عمرو بن الحضرمی کو واقد نے قتل کیا' عمرو نے جنگ کو اختیار کیا' حضرمی جنگ میں حاضر ہوا اور واقد نے جنگ کی آگ کو روشن کیا اور اللہ نے یہ معاملہ کیا۔

جب لوگوں نے اس قتال کے بارے میں زیادہ گفتگو شروع کر دی تو اللہ نے یہ آیات نازل کیں:

﴿يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه ..... الخ﴾

یعنی اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور بتوں کی پوجا کرنا عمرو بن الحضرمی کے قتل سے بڑا جرم ہے۔ چنانچہ اللہ نے مسلمانوں کے دِلوں کو کشادگی عطا کی اور آپ ﷺ نے قافلہ کو قبضہ میں لیا اور قیدیوں کو بھی قبضہ میں لیا۔

قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کا فدیہ نہیں لیں گے جب تک ہمارے ساتھی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ واپس نہ آ جائیں' کیونکہ ہمیں تم سے خوف ہے کہ تم ان کو نقصان پہنچاؤ گے۔ لہٰذا اگر تم نے ان کو قتل کیا تو ہم تمہارے ساتھیوں کو قتل کر دیں گے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ واپس آ گئے تو آپ ﷺ نے ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ حضرت حکم بن کیسان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور آپ ﷺ کی صحبت میں ہی رہے حتیٰ کہ بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

اور عثمان بن عبداللہ مکہ چلا گیا اور کفر کی حالت میں فوت ہوا۔

علامہ مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان یہ پہلی لڑائی تھی' اور اس لڑائی میں پہلا کافر قتل ہوا اور پہلی مرتبہ مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ اسماعیل القاضی بھی یہی لکھتے ہیں' یہ کافروں کا پہلا مقتول تھا۔

علامہ مکی رحمۃ اللہ علیہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مالِ غنیمت واپس کر دیا اور مقتول کی دیت ادا کی۔ یہ واقعہ ہجرت کے چودہ ماہ بعد پیش آیا۔

فقہی مسئلہ:

اسماعیل القاضی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے خط سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لکھی ہوئی وصیت پر شہادت دینا جائز ہے۔ یہی امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر سلف کا مسلک ہے۔ البتہ حسن بصری رحمہ اللہ کے ہاں جائز نہیں ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اس میں ظلم ہے۔

جاسوس کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام بخاری [1] رحمہ اللہ حضرت ایاس بن سلمۃ بن الاکوع سے وہ اپنے باپ حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین کا ایک جاسوس نبی کریم ﷺ کے پاس آیا' آپ ﷺ پیدل تھے' پھر اچانک وہ غائب ہو گیا یعنی چھپ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پیچھے ایک شخص لگا ہوا ہے' اس کو قتل کر دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو تلاش کرنے لگے۔ حضرت ایاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گھوڑوں سے بھی آگے نکل جاتے تھے اس لئے انہوں نے آگے بڑھ کر سواری کی نکیل پکڑی اور سوار کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس مقتول کا ساز و سامان میرے والد کو عنایت کر دیا۔

عبیداللہ بن ابی رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے' زبیر اور مقداد کو ایک جگہ روانہ کیا اور فرمایا کہ مقام روضہ خاخ میں جاؤ' وہاں ایک عورت ہوگی' اس کے پاس ایک خط ہے' تم وہ خط اس سے لے آؤ۔ [2]

کتاب الفضل میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے صرف حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اس سے خط لے آؤ اور اس کو جانے دینا اگر خط نہ دے تو قتل کر دینا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٦٨.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٤٣.

حضرت مقداد کا تذکرہ نہیں ہے۔ حضرت جبریل نے آپ ﷺ کو اس خط کی خبر دی تھی۔ علامہ زجاج لکھتے ہیں کہ اللہ اسی طرح اپنے حبیب کو خبریں دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم گھوڑوں پر سوار سفر کرتے رہے حتیٰ کہ روضہ خاخ پہنچے تو وہاں ایک عورت تھی ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو ورنہ ہم کپڑے اتار دیں گے' اس نے اپنے بالوں کی چٹیا سے خط نکال کر دیا۔ ہم اس خط کو لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ جب کھولا تو معلوم ہوا کہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کے حملہ کی خبر دی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے حاطبؓ! یہ کیا ہے؟ حضرت حاطبؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ! جلدی نہ کریں' میری خاندان قریش سے رشتہ داری ہے' لیکن میں ان کے خاندان کا فرد نہیں ہوں۔ اور ان تمام مہاجرین کے رشتہ دار اور برادری ہے جو کہ ان کے اہل و اموال کی نگہداشت کرتی ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ قریش اس وجہ سے میرے خاندان و مال کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام کفر' ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ غزوۂ بدر میں شریک تھا اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ نے اہل بدر کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے: ''جو چاہو کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿ یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیهم بالمودة ...... إلی قوله ...... فقد ضل سواء السبیل ﴾

ابوعبید رحمہ اللہ کتاب الاموال میں ذکر کرتے ہیں کہ اس عورت کا نام سارۃ تھا اور نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ابن ہشام نے بھی یوں ہی ذکر کیا ہے' البتہ وہ لکھتے ہیں کہ اس عورت کا تعلق قبیلہ مزنیہ سے تھا۔

علامہ سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان اہل حرب کو خط لکھے تو اس کو بغیر توبہ کے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال ورثاء کو دیا جائے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں' طویل قید دی جائے اور کفار کے علاقہ کے قریب جلاوطن کر دیا جائے۔

ابن القاسم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے اور توبہ قبول نہ کی جائے۔ یہ زندیق کی طرح ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ و فیکم سماعون لھم ﴾ اس سے مراد جاسوس ہے۔

علامہ سحنون رحمہ اللہ کا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہے۔

قیدیوں کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

اور اس شخص کا تذکرہ جس کو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور جو قیدی غلطی سے مارا گیا۔

ابن وہب رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہودیوں پر غلبہ پانے کے بعد ستر قیدیوں کو قتل کرایا۔ اور غزوہ بدر کے قیدیوں میں سے صرف عقبہ بن ابی معیط کو بند کر کے قتل کیا۔ ان کی گردن حضرت عاصم بن ثابت نے کاٹی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کاٹی تھی۔

ابن ہشام ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے نضر بن الحارث بن کلدۃ کو بند کر کے قتل کیا۔

ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ غزوہ بدر کے روز آپ ﷺ نے تین اشخاص عقبہ بن أبی معیط' طعیم بن عدی اور نضر بن الحارث کو بند کر کے قتل کیا۔ نضر بن الحارث بن کلدۃ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار کی بہن نے بھائی کے قتل پر یہ

شعر کہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے:

''اے سوار! مجھے پانچویں کی صبح کو ایک شریف آدمی سے اچھائی کی توقع تھی اور وہ ایسا کر بھی سکتا تھا' لیکن مجھے میت کی شکل میں ایسا تحفہ ملا جسے اونٹ بھی برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ اے محمد (ﷺ)! آپ تو اپنی قوم کے شریف ترین انسان اور ایسے شخص ہیں جن کی امید وابستہ کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ احسان کر دیتے تو آپ کا کچھ نہ جاتا اور بعض اوقات انسان کو غصہ میں بھی احسان کرنا پڑتا ہے۔ یا آپ فدیہ ہی قبول کر لیتے اور اسے ایسی جگہ خرچ کر دیتے جو آپ کے لئے بھی باعث عزت ہوتا' جسے آپ ﷺ نے قید کیا تھا اگر آپ اسے اپنا قیدی ہی بنا لیتے تو وہ اس پر بھی خوش ہو جاتا۔ اس کے بھائیوں کی تلواریں اس کی تلاش میں تھیں۔ خونی رشتوں کو بھی ختم کر ہی دیا جاتا ہے لہٰذا اب تو صبر ہی ہو سکتا ہے۔ اسے اس طرح موت کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس کے پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ رسیوں میں جکڑا ہوا تھا''۔

جب نبی کریم ﷺ کو ان اشعار کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کے قتل سے پہلے یہ شعر پہنچ جاتے تو میں اس پر احسان کر دیتا یعنی چھوڑ دیتا۔

معمر فرماتے ہیں قرآن کی یہ آیت اسی واقعہ میں نازل ہوئی: ﴿ و من الناس من يشتري لهو الحديث ﴾ کہ وہ شخص اہل فارس و روم کے قصوں والی کتابیں خریدتا اور کہتا کہ محمد ﷺ تمہیں عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں میں تمہیں فارس و روم کے قصے سناتا ہوں اور قرآن کا مذاق اڑاتا۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ و اذ قالوا اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك ﴾ کلبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لو نشاء لقلنا مثل هذا إن هذا إلا أساطير الاولين ﴾ غزوہ بدر کے بعد بہت فدیہ دیا گیا۔ سب سے زیادہ فدیہ جو ادا کیا

گیا وہ ایک شخص کا چار ہزار تھا۔ اور بعض کا فدیہ یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو کتابت سکھائیں۔ آپ ﷺ سے منقول ہے کہ دس آدمیوں کو کتابت سکھانے کا حکم دیا گیا۔ ابن وہب فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کی کتابت زیادہ اچھی نہیں تھی۔

تفسیر ابن سلام میں علامہ الحسن نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قیدیوں کو رہنے نہ رہنے میں اختیار دیا تھا۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ اہل مکہ طلقاء تھے اور اہل طائف عتقاء تھے۔

سفیان ذکر کرتے ہیں کہ طلقاء قریش تھے اور عتقاء ثقیف تھے۔

ابن النحاس معانی القرآن میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ جس دِن غزوۂ بدر کے قیدی پیش کئے گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ مانگا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے خاندان کے لوگ ہیں' آپ ﷺ ان کو چھوڑ دیں' شاید اللہ ان کو معاف کر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! ان لوگوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا' مکہ سے نکالا اور آپ ﷺ سے قتال کیا ہے' لہٰذا آپ ﷺ آگے بڑھئے اور ان کی گردنیں اتار دیں۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل کی: ﴿ ما كان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الارض ﴾۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابن سلام میں کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد فدیہ کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ اس دِن اہل بدر کا فدیہ چار چار ہزار دیا گیا اور اللہ کے نبی نے خون نہ بہایا۔ کتاب الشرف میں ہے کہ زمانہ اسلام میں سب سے پہلے اُبی عزۃ کا سر نیزہ پر لٹکا کر مدینہ میں رکھا گیا۔

کتاب السیر میں منقول ہے کہ بدر کے ستر قیدیوں میں ابوعزۃ عمرو بن

عبداللہ شاعر بھی تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے کثرت عیال کی شکایت کی' آئندہ جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔ لیکن غزوۂ احد میں یہ دوبارہ مقابلہ پر آیا اور مشرکین کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا۔ چنانچہ صرف یہ گرفتار ہوا اور بند کر کے قتل کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد کے دِن امیہ بن خلف کو قتل کیا اور اس کو چھوٹے نیزے سے اس کی گردن پر زخم لگایا اس سے خون نکلنے لگا۔ وہ کہنے لگا' خدا کی قسم محمد ﷺ نے مجھے قتل کر دیا ہے۔ کفار قریش نے اس سے کہا کہ تھوڑی سی تکلیف پر دِل چھوڑ گئے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ انہوں نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا' خدا کی قسم اگر آج یہ مجھ پر تھوک دیتے تب بھی قتل کر دیتے۔ چنانچہ واپسی پر ابی بن خلف مقام سرف میں فوت ہو گیا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد سات سو اور کافروں کی تین ہزار (۳۰۰۰) تھی جس میں دو سو گھڑ سوار تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں[1] کہ سعد بن معاذ نے امیہ بن خلف سے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ تمہیں مکہ میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ امیہ بن خلف نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے' لیکن وہ بہت پریشان ہوا' چنانچہ جب غزوہ بدر کا موقع آیا تو ابوجہل نے لوگوں سے کہا کہ اپنا قافلہ بچاؤ تو امیہ بن خلف نے جنگ میں شرکت کرنے کو ناپسند کیا۔ ابوجہل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوصفوان! جب تو حوصلہ کرتا ہے تو لوگ حوصلہ کرتے ہیں اور اگر تو پیچھے رہ گیا تو سردار ہے لہٰذا تیری اقتداء میں لوگ پیچھے رہ جائیں گے۔ ابوجہل مسلسل یوں کہتا رہا حتیٰ کہ ابوجہل نے یوں کہا اگر تو غالب ہوا تو میں مکہ کے قافلہ سے بہتر سامان خریدوں گا۔ پھر امیہ نے اپنی بیوی سے سامان تیار کرنے کو کہا اس نے جواب دیا کہ کیا تم وہ بات بھول گئے ہو جو کہ نبی کریم ﷺ نے تم سے کہی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھولا نہیں ہوں' البتہ میں لشکر میں پیچھے پیچھے رہوں گا' چنانچہ وہ ہر منزل پر اپنے اونٹ کو باندھ دیتا' حتیٰ کہ

[1] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۲۸۲.

مقام بدر میں قتل ہو گیا۔

ابن النحاس معانی القرآن میں ذکر کرتے ہیں کہ یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے امیہ بن خلف کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا' یہ غلط ہے۔

غزوہ اُحد ۷ر شوال ۳ھ میں ہوا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ۱۵ر شوال کو ہوا۔ کتاب المدونہ میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یمامہ کے سردار ابوامام کو قیدی بنا کر پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ کے حکم سے اس کو مسجد میں باندھ دیا گیا۔ آپ ﷺ ہر روز اس کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت دیتے پھر اس کو آزادی' فدیہ اور قتال کا اختیار دیتے۔ اس نے کہا اگر آپ ﷺ قتل کریں گے تو میں معمولی آدمی نہیں ہوں اور اگر آپ ﷺ فدیہ لینا چاہتے ہیں تو بہت فدیہ ادا کیا جائے گا اور اگر آپ ﷺ آزاد کریں گے تو عظیم آدمی کو آزاد کریں گے اور رہی بات اسلام قبول کرنے کی تو خدا کی قسم میں مجبور ہو کر کبھی بھی اسلام قبول نہ کروں۔ آپ ﷺ نے اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ جب آزاد ہوا تو کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

علامہ اصبغ کتاب ابن المواز میں کہتے ہیں کہ حاکم کو چاہئے کہ کسی قیدی کو قتل کرنے سے پہلے اس کو اسلام کی دعوت دے اور کسی سے پوچھ لے کہ کسی نے اس کو ضمان تو نہیں دی ہے۔

علامہ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سدی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی آیت ﴿ فاما منا بعد و اما فداء ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اہل عرب کے بت پرستوں کے متعلق تھی اور اس آیت ﴿ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم ﴾ سے منسوخ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قیدیوں کو فدیہ' آزادی' قتل اور ملک بدری کا اختیار دیا۔ اکثر علماء کا بھی یہی مسلک ہے۔

کتاب الخطابی میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک قیدی لایا گیا جو کہ دھمکیاں دے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے ذرا گرم کرو۔ صحابہ اس کو لے

گئے اور قتل کر دیا حالانکہ آپ ﷺ کا یہ مطلب نہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی دیت عطا کی۔ اگر آپ ﷺ قتل کا ارادہ کرتے تو صریح الفاظ استعمال کرتے۔

بنو قریظہ اور بنو نضیر کے متعلق آپ ﷺ کا فیصلہ

بخاری، مسلم اور سنن نسائی میں منقول [1] ہے کہ بنو قریظہ کے یہودی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے نیچے اتر آئے۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب میں حضرت سعد بن معاذ رحمہ اللہ کا بازو تیروں سے زخمی ہو گیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں [2] کہ قریش کے ایک نوجوان حبان بن العرقہ نے حضرت سعد بن معاذ رحمہ اللہ کے شانے میں تیر مارا۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے آگ کے ذریعے خون روکنے کی کوشش کی تو ہاتھ پھول گیا۔ آپ ﷺ نے چھوڑ دیا تو خون پھر بہنے لگا۔ جب دوبارہ کوشش کی تو ہاتھ پھر پھول گیا۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو دعاء کی اے اللہ! جب تک بنو قریظہ کے معاملہ میں مجھے سکون نہ ہو تب تک مجھے موت نہ دینا۔ چنانچہ خون رک گیا اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ حتیٰ کہ یہود حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حکم سے نیچے اتر آئے تو آپ ﷺ نے ان کو یہود کی طرف روانہ کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو سعید الخدری سے نقل کرتے ہیں [3] کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ قریب ہی تھے، وہ گدھے پر سوار تشریف لائے، جب مسجد کے قریب آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۴۱۱. مسلم : ۳/ ۱۳۸۸. نسائی: ۵/ ۲۰۶.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۴۱۱.

[3] ایضًا.

بعض حضرات کہتے ہیں کہ قریش نے کہا کہ آپ ﷺ کے قول کے مخاطب انصار ہیں۔ اور انصار نے کہا کہ آپ ﷺ کی مُراد عام ہے۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آنے پر پھر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے حکم کی وجہ سے نیچے اترے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں[1] کہ نبی کریم ﷺ بنوقریظہ کے پاس آئے' وہ آپ ﷺ کے حکم سے اتر گئے۔ آپ ﷺ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد کے حوالہ کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان کا فیصلہ کرتا ہوں وہ یہ کہ جوانوں کو قتل کر دیا جائے' عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بادشاہوں والا فیصلہ کیا ہے۔

اور ایک جگہ مروی ہے کہ ساتویں آسمان کے اوپر سے فیصلہ ہوا ہے۔

پھر ان لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے تو آپ ﷺ نے ان کو بنی نجار کی ایک عورت بنت الحارث کے گھر میں قید کر دیا۔ پھر آپ ﷺ مدینہ کے بازار میں گئے اور خندق کھدوائی۔ پھر ان کو اس خندق میں داخل کر کے گردنیں اتار دی گئیں۔ ان میں ان کے سردار حی بن اُخطب اور کعب بن ازد بھی شامل تھے۔ ان کی تعداد چھ یا سات صد تھی۔ اکثر حضرات کہتے ہیں کہ آٹھ سو سے ہزار کے درمیان۔

جب یہ لوگ خندق کی طرف جا رہے تھے تو انہوں نے کعب بن اسد سے پوچھا کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا سلوک جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ داعی کی پکڑ نہیں ہے اور جانے والا واپس نہیں آتا۔ خدا کی قسم تمہاری سزا قتل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کی عورتوں میں سے صرف بنانہ کو قتل کیا گیا' یہ وہی عورت ہے جس نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کو چکی میں پیس کر قتل

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۴۱۱.

کر دیا تھا۔

کتاب المستخرجہ میں ابن القاسم نقل کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ میرے دست راست ہیں، تین سو زرہ پوش ہیں اور چھ سو بغیر زرہ کے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ اللہ کے معاملہ میں کوئی ملامت بھی قبول نہیں کروں گا۔ امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ وہ چار سو تھے، جب ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو ان کا زخم دوبارہ تازہ ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ کتاب ابن سحنون میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق ہتھیار ڈالنے والے کو قبول کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ نہ ہے معلوم تم اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے ہو یا اپنی منشاء کے مطابق فیصلہ کرتے ہو۔

علامہ سحنونؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام وقت ان کے حالات سے ناواقف ہو اور اللہ کے حکم کے مطابق ان کا فیصلہ کر دے تو ان کو دوبارہ اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی جائے۔ امام محمد رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ پہلے ان پر اسلام پیش کیا جائے اگر انکار کریں تو جزیہ کا مطالبہ کیا جائے۔

علامہ سحنونؒ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ اور کسی اور کے حکم کے مطابق جھک جائیں تو ان کو قتل کرنا قیدی بنانا اور مال لینا ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ وہ اللہ ہی کے حکم پر جھکے ہیں۔

ابن شہاب کتاب المدونہ میں ذکر کرتے ہیں بنونضیر کا واقعہ محرم ۳ھ میں پیش آیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ۴ھ میں پیش آیا۔

نبی کریم ﷺ ان پر حملہ کرنے کے لئے ۹ ربیع الاول جمعہ کی شام کو نکلے تھے اور تئیس دن محاصرہ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پچیس دن محاصرہ جاری رکھا۔

بخاری میں حضرت عروہؒ سے منقول ہے کہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد یہ واقعہ پیش آیا۔[1]

فقہی مسائل:

اگر ذمی لوگ لڑائی کریں تو حاکم وقت اگر عادل حکمران ہو تو اس کے لئے عورتیں' بچے اور بوڑھے مرد بھی حلال ہیں یعنی ان کے ساتھ ہر قسم کا برتاؤ کر سکتا ہے۔ امام اوزاعی' ابن الماجشون' اصبغ' ابن حبیب' ابن المواز کا یہی مسلک ہے۔ ابن القاسم فرماتے ہیں کہ بوڑھے اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ وہ جنگ نہیں کر سکتے ہیں۔ ابوعبید فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے بنوقریظہ کا خون غزوہ احزاب میں کفار کی مدد کرنے اور عہد شکنی کی وجہ سے ہوا ہے۔

ابوعبیدؒ حضرت سفیان بن عیینہؒ سے نقل کرتے ہیں ہمیں اہل مکہ کی عہد شکنی کے علاوہ کسی کی عہد شکنی معلوم نہیں کہ ان کا خون آپ ﷺ کے لئے حلال ہوا ہو۔

اہل مکہ نے آپ ﷺ کے حلیف بنوخزاعہ کی لڑائی میں اپنے حلیف بنوبکر کی مدد کی تھی۔ اس لئے ان کا خون حلال ہوا۔

علامہ المفضل فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ان یہودیوں کا اکیس دن محاصرہ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ میرے حکم کے مطابق مدینہ چھوڑ دو۔ وہ راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ تین دن میں اپنے اپنے اونٹ پر جتنا سامان لے جا سکتے ہو لے جاؤ اور جو باقی بچے گا وہ اللہ کے رسول کا ہو گا۔ چنانچہ یہ لوگ ملک شام میں چلے گئے۔

ابوعبید کتاب الاموال میں ذکر کرتے ہیں کہ یہود سے یہ کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ مان لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قبول کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چلو سعد کا فیصلہ قبول کر لو۔ سنن أبي داؤد میں

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٧/ ٣٢٩.

منقول[1] ہے کہ بنو نضیر بنو قریظہ سے افضل و معزز تھے۔ البتہ یہ دونوں قبیلے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں شامل تھے۔

کتاب المفصل میں بنو نضیر کے واقعہ کا یہ سبب لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے دو کلابیوں کی دیت کے بارے گفتگو کی جن کو عمرو بن امیہ الحضرمی نے قتل کر دیا تھا۔ انہوں نے دیت ادا کرنے کی حامی بھر لی۔ کچھ لوگ بعد میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے اور لڑائی کا ارادہ کیا۔

عمرو بن حجاش النضیری نے کہا کہ میں ان کے گھر جاؤں گا اور چٹان سے پیس ڈالوں گا۔ سلام بن شکم نے ان سے کہا ایسا نہ کرو، خدا کی قسم ان کو تمہارے ارادہ کی خبر ہو جائے گی اور یہ عہد شکنی ہوگی۔ چنانچہ آپ ﷺ کو ان کے ارادہ کی خبر ہوگئی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ جبریل امین نے آ کر خبر دی تو آپ ﷺ فوراً مدینہ آ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ ﷺ کھڑے ہیں، لیکن ہمیں حقیقت معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے خبر دی ہے کہ یہود نے غداری کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا پیغام بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کی ہے، لہٰذا میرے شہر سے نکل جاؤ، تمہیں دس دِن کی مہلت ہے اس کے بعد جو نظر آئے گی اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔

بنو نضیر سامان باندھنے لگے، رئیس المنافقین نے ان کو پیغام دیا کہ تم اپنے گھروں کو نہ چھوڑو کیونکہ میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں جو تمہارے ساتھ قلعہ میں رہیں گے اور لڑتے لڑتے مرجائیں گے اور بنو قریظہ اور تمہارے حلیف قبیلہ غطفان والے بھی مدد کریں گے۔ چنانچہ حیی بن اخطب نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ ہم

---

[1] سنن ابی داؤد: ٤/ ٦٣٤.

اپنے گھر خالی نہیں کریں گے تم جو کر سکتے ہو کر لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ان کی طرف روانہ ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ جب بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو دیکھا تو قلعہ میں محصور ہو گئے ان کے پاس تیر اور پتھر تھے۔ بنو قریظہ الگ ہو گئے' ابن اُبی نے خیانت کی اور قبیلہ غطفان بھی بد دیانتی کے مرتکب ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا اور کھجوروں کے باغات کاٹ ڈالے۔ اب انہوں نے کہا کہ ہم اس شہر سے نکل جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب نہیں جا سکتے' البتہ ایک صورت ہے کہ تم اپنے اونٹ پر اسلحہ کے علاوہ جو لے جانا چاہتے ہو لے کر جا سکتے ہو۔ اس شرط پر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بقیہ اموال اور اسلحہ کو قبضے میں لے لیا۔ یہ مال خالص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خمس بھی نہیں نکالا۔ کیونکہ اللہ نے یہ مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال کیا تھا۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں گھوڑے دوڑانے کی ضرورت بھی نہ پڑی تھی۔

یہ بنو نضیر کا انجام تھی۔

بنو قریظہ پر حملہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین ہزار ساتھیوں کو لے کر گئے اور ان کا پندرہ دِن محاصرہ جاری رکھا۔ بنو قریظہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ ابولبابہ کو قاصد بنا کر روانہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روانہ کر دیا۔ یہود نے ان سے مشاورت کی تو انہوں نے ذبح کا اشارہ کیا کہ تم قتل کر دو۔ لیکن فوراً شرمندہ ہوئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہنے لگے کہ میں نے اللہ اور رسول سے خیانت کی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے بلکہ مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا۔ جب تک اللہ نے توبہ قبول نہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائے۔

پھر یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جھک گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد

بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان پر مقرر کیا' چنانچہ ان کے ہاتھ باندھ دیئے گئے اور ان کو جھکا دیا گیا' اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو ان کا عامل بنایا۔

پھر ان کا تمام ساز و سامان جمع کیا گیا تو ۲۵۰۰ تلواریں' ۳۰۰ زرہ' ۱۰۰۰ نیزے اور ۵۰۰ ڈھالیں نکلیں۔ ان کے ہاں سے شراب کے مٹکے بھی نکلے۔ آپ ﷺ نے ان کو تڑوا دیا۔ ان تمام اشیاء میں سے آپ ﷺ نے پانچواں حصہ نہ نکالا۔ قبیلہ اوس نے گزارش کی تھی کہ یہ مال ان کو ہبہ کر دیا جائے کیونکہ یہ ان کے حلیف تھے۔

آپ ﷺ نے بنونضیر کا فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا' آپ رضی اللہ عنہ نے نوجوانوں کو قتل' عورتوں اور بچوں کو قیدی اور مال کو تقسیم کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

آپ ﷺ نے ان کا فیصلہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے ساتویں آسمان سے اوپر والے بادشاہ کا فیصلہ کیا ہے۔

پھر آپ ﷺ وہاں سے چل دیئے اور ان کو مدینہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے اور ان قیدیوں کو گروہوں کی صورت میں باہر لایا گیا اور قتل کر دیا گیا' یہ قیدی تقریباً سات کے قریب تھے۔

ان قیدیوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو آپ ﷺ نے اپنی باندی بنا لیا اور مالِ غنیمت کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ پھر سامان اور قیدیوں سے خمس نکالا' پھر باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اس سامان کے ۳۰۷۲ حصے کئے گئے۔ پھر گھوڑے کے دو حصے اور سوار کا ایک حصہ مقرر کیا گیا۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے کتاب المستخرجہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے بنوقریظہ کے مال سے خمس نکالا اور بنونضیر کے مال سے خمس نہیں نکالا۔

فتح مکہ میں امن دینے کا فیصلہ

مؤطا' بخاری' مسلم اور سنن نسائی میں منقول[1] ہے جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا۔ جب آپ ﷺ نے وہ اتارا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ابن خطل کعبہ کے غلاف سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

صحیح مسلم میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔[2]

امام بخاریؒ و مسلم رحمہما اللہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار تھے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔

ابوعبید کتاب الاموال میں نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ زخمی پر حملہ نہ کرنا' بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا' قیدی کو قتل نہ کرنا اور جو اپنا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔

سنن نسائی و مسلم وغیرہ میں منقول[3] ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کعبہ میں داخل ہو گیا وہ مامون ہے' جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی مامون ہے اور جو ہتھیار پھینک دے وہ بھی مامون ہے۔ جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہو وہ بھی مامون ہے۔ آپ ﷺ نے تمام افراد کو معاف کر دیا' البتہ چار مردوں اور دو عورتوں کو معاف نہ کیا۔

ابن حبیب فرماتے ہیں کہ چھ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

---

[1] مؤطا امام مالك : ١/ ٤٢٣. بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٦٥.
مسلم : ٢/ ٩٨٩. سنن نسائی : ٥/ ٢٢١.

[2] مسلم : ٢/ ٩٩٠.

[3] مسلم : ٣/ ١٣٠٧. سنن نسائی : ٧/ ١٢٢.

کہ ان کو قتل کر دو' اگر چہ غلاف کعبہ سے لپٹ جائیں۔

سنن نسائی کے مطابق ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ بن خطل۔

(۲) عکرمہ بن ابی جہل۔

(۳) مقیس بن صبابۃ۔

(۴) عبداللہ بن سعد بن ابی اسرح۔

ان میں سے عبداللہ بن خطل غلاف کعبہ سے لپٹا ہوا تھا' چنانچہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اس کو قتل کرنے کے لئے بھاگے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے اور اس کو قتل کر دیا' اور مقیس بن صبابہ لوگوں کو بازار میں ملا' انہوں نے اس کو وہیں قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے ابن خطل کے مال کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

ابن ہشام ذکر کرتے ہیں کہ حضرت غیلۃ رضی اللہ عنہ نے مقیس بن صبابہ کو قتل کیا اور عبداللہ بن خطل کو حضرت سعد بن حریث اور حضرت ابو برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

کتاب اشرف میں ہے کہ حضرت ابو برزۃ رضی اللہ عنہ نے ابن خطل کو قتل کیا۔

مقیس کی بہن نے یہ شعر کہا:

لعمری لقد أخزی نمیلة رهطه   و فجع أضياف الشتاء بمقيس

''میری عمر کی قسم نمیلہ نے اپنے خاندان کو رسوا کر دیا اور سردیوں میں آنے والے مہمان مقیس کی جدائی میں غمزدہ ہیں''۔

عکرمہ بن ابی جہل سمندری سفر پر روانہ ہو گیا' دوران سفر طوفان آ گیا' اہل کشتی کہنے لگے کہ صرف اللہ کا ذکر کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ عکرمہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر سمندر میں خالص اسی کی ذات نجات دیتی ہے تو خشکی

میں بھی وہی نجات دے سکتا ہے۔ پھر کہنے لگے: اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے نجات دی تو میں محمد ﷺ کے پاس جا کر اسلام قبول کرلوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ درگزر فرمائیں گے۔ چنانچہ یہ تشریف لائے اور اسلام قبول کرلیا۔

عبداللہ بن سعد بن اُبی سرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گئے۔ جب آپ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو یہ بھی آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ عبداللہ کو بیعت کریں۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ سر اٹھا کر دیکھا اور بیعت نہ کی۔ حتیٰ کہ چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے بیعت کرلیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا تم میں کوئی عقل مند شخص نہیں ہے کہ جب میں نے بیعت سے ہاتھ روکا تھا تو اٹھ کر اسے قتل کر دیتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جو آپ ﷺ کے نفس میں تھا آپ ﷺ سر سے ہی اشارہ کر دیتے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نبی کے لئے نامناسب ہے کہ آنکھوں سے اشارہ کر کے خیانت کا مرتکب ہو۔

ابن ہشام اور ابن حبیب ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مذکورہ مرد حضرات کے علاوہ حویرث بن نفیر بن وہب بن عبد مناف بن قصی کے قتل کا حکم بھی دیا تھا۔ اس کو حضرت علی بن ابی طالب نے بند کر کے قتل کیا تھا۔

ابن حبیب نے ان کے سوا دو عورتیں بھی ذکر کی ہیں: ① ہند بنت عتبہ بن ربیعہ، ② سارۃ جو عمرو بن ھشام کی باندی تھی۔ یہ دونوں عورتیں بناؤ سنگھار کر کے عبداللہ بن خطل کے سامنے گانے میں آپ ﷺ کی برائی بیان کرتیں۔

اور فرتنا اور قریبہ میں سے فرتنا مسلمان ہو گئیں اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا اور قریبہ و سارۃ کو قتل کر دیا گیا، اور ہند بنت عتبہ نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔

ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سارۃ کو امان دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے ریت کے نالہ میں گھوڑے سے کچل دیا اور مار ڈالا۔

ابو عبید کتاب الاموال میں ذکر کرتے ہیں کہ یہ سارۃ وہی ہے جو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط لے کر مکہ جا رہی تھی۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سرح کے قتل کا حکم دیا کیونکہ یہ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ حالانکہ آپ ﷺ کا کاتب تھا۔ پھر یہ دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے ادوار خلافت میں انکو عامل مقرر کیا' اور عبداللہ بن خطل مسلمان تھا اس کو انصار کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کا غلام بھی ساتھ تھا وہ بھی مسلمان تھا۔ چنانچہ ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو اس نے غلام کو بکرا ذبح کرنے کا حکم دیا کہ اس کا کھانا تیار کرے۔ وہ سو گیا اور کھانا تیار نہ کیا۔ عبداللہ بن خطل نے اس کو قتل کر ڈالا اور مرتد ہو گیا۔

حویرث بن نصیر مکہ میں آپ ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور اُم کلثوم کو اٹھائے مکہ سے مدینہ جا رہے تھے تو اس نے ان کو دھکا دے کر نیچے گرایا تھا۔

مقیس نے اس انصاری کو قتل کیا تھا جس نے اس کے بھائی کو غلطی سے قتل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ مقیس اس انصاری کو قتل کرنے کے بعد مشرک بن کر مکہ واپس آ گیا۔

یہ مقیس صلح حدیبیہ کے سال آپ ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آیا تھا اور اپنے بھائی کی دیت کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے دیت کا حکم دیا تھا۔ پھر اس نے اس انصاری کو قتل کیا اور مکہ واپس چلا گیا۔ اور یہ شعر کہا:

حللت به وتري و أدركت ثورتي　　و كنت إلى الأوثان اوّل راجع

''میں نے اس کے ذریعے اپنا بوجھ کم کیا اور بدلہ لے لیا' اور میں بتوں کی عبادت کی طرف لوٹنے والا پہلا شخص ہوں''۔

جس شخص نے اس کے بھائی کو غلطی سے قتل کیا تھا اس کا نام ہشام بن صبابہ تھا اور یہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی قوم کا شخص ہے۔ اس نے ۶ھ غزوہ بنی المصطلق میں اس کو دشمن سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔

ابن ہشام ذکر کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سب سے پہلے جس مقتول کی دیت آپ ﷺ نے ادا کی وہ جنیدب بن الاکوع تھے۔ اس کو بنوکعب نے قتل کیا تھا۔ اس کی دیت سو اونٹنیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنوخزاعہ! قتل کرنا چھوڑ دو' کیونکہ قتل عام ہو چکا ہے۔

ابن حبیب ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بنوخزاعہ کو اجازت دی تھی کہ نمازِ عصر تک قبیلہ بنوبکر میں ہتھیار رکھ دیں۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر یہ شرط بھی طے تھی کہ جو قبیلہ آپ ﷺ کا حلیف بننا چاہے بن سکتا ہے اور جو اہل مکہ کا حلیف بننا چاہے وہ ان کا حلیف بن سکتا ہے۔ چنانچہ بنوخزاعہ آپ ﷺ کے حلیف بن گئے اور بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔ اس کے بعد بنوبکر اور قریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنوخزاعۃ پر حملہ کیا۔ حضرت عمرو بن سالم الخزاعی مدد کے لئے آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے۔

ابن سلام لکھتے ہیں کہ اس لڑائی کے بدلہ میں بنوخزاعۃ نے قریش کے پچاس آدمی قتل کئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: ﴿و یشف صدور قوم مؤمنین﴾۔

ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! قریش کا خون حلال کر دیا گیا ہے' اب تو قریش ختم ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل

ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قریش پر کبھی بھی حملہ نہ ہوگا اور نہ ہی کسی قریشی کو بند کر کے قتل کیا جائے گا۔

ابن قتیبہ نقل کرتے ہیں کہ قریش کو بند کر کے قتل نہ کیا جائے گا یعنی کوئی قریشی بھی مرتد ہونے کی وجہ سے قتل نہ ہوگا۔

ابن حبیب فرماتے ہیں آپ ﷺ مکہ میں پندرہ راتیں مقیم رہے اور نماز میں قصر کرتے رہے۔

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں انیس دِن مقیم رہے اور قصر کرتے رہے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ دس دِن مقیم رہے اور قصر کرتے رہے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم انیس دِن سے کم قصر کرتے ہیں اور جب انیس سے زیادہ ہوں تو نماز پوری ادا کرتے ہیں۔[3]

علامہ المزنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ ۱۸ ر راتیں مقیم رہے اور قصر کرتے رہے۔

سنن اَبی داوٗد[4] میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ تبوک میں بیس دِن قیام پذیر رہے اور نماز قصر کرتے تھے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے خلاف ہے۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۲/ ۵۶۱.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۸/ ۲۱.

[3] بخاری (فتح الباری) : ۸/ ۲۱.

[4] سنن اَبی داوٗد : ۲/ ۲۷.

ابو عبید "میمون بن مہران" سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اہل خیبر کا محاصرہ بیس سے تیس دِن تک جاری رکھا' پھر اس شرط پر امان دی کہ وہ کوئی چیز بھی آپ ﷺ سے نہیں چھپائیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو حقیق! خدا اور رسول سے تمہاری دشمنی تمہیں معلوم ہے اور جو کچھ میں نے بنو قریظہ و بنو نضیر کے ساتھ کیا ہے وہ سلوک کرنے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے اور تم نے یہ عہد کیا ہے کہ اگر تم کوئی چیز چھپاؤ گے تو تمہارا خون حلال ہے۔ لہٰذا بتاؤ کہ تمہارے برتن کہاں ہیں۔ وہ جواب دینے لگے کہ جنگ میں تباہ ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو تلاش کا حکم دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مکان سے برآمد کر لئے۔ پھر ان کو قتل کر دیا گیا۔

کتاب ابن عقبہ میں منقول ہے کہ اس بات پر امان دی تھی کہ صرف پشت پر موجود کپڑے لے جا سکتے ہیں اور اگر کوئی چیز چھپائی تو عہد و ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

ابو عبید نقل کرتے ہیں کہ حیی بن اخطب نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ ہم آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں گے اور خدا ہمارا کفیل ہے۔ چنانچہ جس دِن بنو قریظہ سے لڑائی ہوئی حیی بن اخطب اور اس کے بیٹے کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انصاف کرو۔ چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا اور بیٹے کو سولی چڑھا دیا گیا۔

ابو عبید نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ابن ابی الحقیق کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تا کہ ان کو قتل کر دے۔ چنانچہ اس لشکر نے ان کو قتل کر دیا۔

علامہ خطابی ذکر کرتے ہیں کہ ابی الحقیق کے مال میں ایک خزانہ تھا جس کا نام مسک الجمل تھا۔ اس میں بہت مال و دولت تھا۔ انہوں نے اس کو چھپا لیا۔ آپ ﷺ نے عہد شکنی کی بنا پر ان کو قتل کر دیا۔ علامہ واقدی لکھتے ہیں کہ اس مال کی

تعداد دس ہزار دینار تھی۔ کتاب الاموال میں ابوعبید عبداللہ بن صالح سے وہ لیث بن سعدؒ سے، وہ عقیلؒ سے اور وہ ابن شہاب زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب، غزوۂ احد کے دو سال بعد ہوا۔ اس دن آپ ﷺ نے خندق کھودی اور کافروں کا سردار و قائد ابوسفیان تھا۔ قریش نے آپ ﷺ کا تقریباً دس دن محاصرہ کیا۔ مسلمانوں کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں آپ کو آپ کا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ نے قبیلہ غطفان کے قائد اور ابوسفیان کے ہمسفر عیینہ بن حصن کی طرف قاصد روانہ کیا اور یہ پیش کش کی کہ اگر تم ابوسفیان کے لشکر سے الگ ہو جاؤ تو تمہیں مدینہ کی کھجوروں سے تیسرا حصہ دیں گے۔ عیینہ نے جواب دیا کہ اگر آدھا حصہ دیں گے تو میں راضی ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ عیینہ بن حصن آدھے پھل کے بدلہ میں قبیلہ غطفان کو واپس لے جانے پر راضی ہے۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر اللہ نے کسی کام کا حکم دیا ہے تو کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے حکم نہیں دیا ہے، اسی لئے مشورہ کر رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری رائے تو قتال کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

کتاب ابن عقبہ میں ہے کہ فتح مکہ کے روز اصحاب خالد کے دو شخص قتل ہوئے۔

① کرز بن جابر الفہری۔
② خالد بن اخفش الخزاعی۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ مشرکین کے تئیس شخص قتل ہوئے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ بارہ یا تیرہ اشخاص قتل ہوئے۔

مشرکین سے صلح کرنا

ابو عبید نقل کرتے ہیں کہ مشرکین سے ایک معینہ مدت کے لئے صلح کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس میں علماء کے تین اقوال ہیں:

① مشرکین سے صلح کرنا ٹھیک ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ و ان جنحوا للسلم فاجنح لها ﴾ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ فلا تهنوا و تدعوا الى السلم و انتم الاعلون ﴾۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مشرکین صلح کی پیش کش کریں تو ان سے صلح کرنا جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

② مشرکین سے کسی صورت بھی صلح کرنا ٹھیک نہیں ہے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ پر راضی ہو جائیں۔ مذکورہ بالا آیت کے بارے میں ان کا قول ہے کہ آیت قتال کے نزول سے یہ آیات منسوخ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی مسلک مروی ہے۔

③ اگر قتال سے عاجز ہوں تو مال کے بدلہ صلح کرنا ٹھیک ہے جو مال مسلمانوں نے ان کو دیا تھا' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان ؒ نے ایسی صلح کی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت صفوان ابن امیہؓ سے ارشاد فرمایا تھا' [1] جبکہ وہب بن عمیر نے ان کو دو ماہ کی امان دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو وہب اس چادر کو اتار دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت تک نہیں اتاروں گا جب تک آپ ﷺ وضاحت نہ کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چار ماہ کی مہلت ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان روم کے باغیوں کو

---

[1] مؤطا امام مالك : ٢ / ٥٤٣.

روزانہ ایک ہزار دینار دیتے تھے۔

ولید بن مسلم اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے جنگ صفین میں یہ طریقہ اختیار کیا تھا' اور عبدالملک نے ابن الزبیر کے زمانہ میں ایسا کیا تھا۔

مالِ غنیمت میں حاضر و غائب اور عورت کے حصہ کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

بخاری میں منقول[1] ہے کہ آپ ﷺ نے سوار کے لئے دو حصے مقرر کئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ تمام علماء کا یہی قول ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سوار کے لئے ہوں گے تو دو ہی حصے البتہ ایک سوار کا اور دوسرا اس کی سواری کا ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضرت مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں[2] کہ آپ ﷺ نے یوم خیبر میں دو سو گھوڑے تقسیم کئے چنانچہ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی اس روایت کو بھی مستدل بناتے ہیں[3] جو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان روایات سے استدلال ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو خیبر کے مال کی تقسیم ذکر کی ہے وہ اور ہے اور دوسری روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کئی اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے' اور خیبر کے مال میں سے اہل حدیبیہ

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ٦٧.

[2] سنن ابی داؤد : ٣/ ١٧٤.

[3] سنن ابی داؤد : ١٧٣.

کے لئے ۱۴۰۰ مختص تھے۔ اور اس وقت اہل حدیبیہ میں سے صرف حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ غائب تھے' آپ ﷺ نے ان کا ایک حصہ مقرر کیا۔

اور آپ ﷺ کا یہ عمل کہ سوار کے لئے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ تمام غزوات میں تھا۔

علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کے مال میں ۳۶ گھوڑے شامل تھے۔ یہ پہلا مال فئی تھا جس میں مال غنیمت کا وجوب ہوا اور پانچواں حصہ نکالا گیا۔

اسماعیل القاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خمس کا حکم اس واقعہ کے بعد نازل ہوا۔ لیکن اس بارے کوئی واضح حدیث نہیں ہے۔ البتہ غزوہ حنین میں خمس کا ذکر یقینی بات ہے' اور غزوہ حنین کا مال آخری مال غنیمت تھا جو آپ ﷺ کو جنگ سے حاصل ہوا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے غزوہ بنی قینقاع کے مال سے خمس نکالا گیا غزوہ بدر کے ۲۳ / دن بعد آپ ﷺ نے ان کا پندرہ روز تک محاصرہ جاری رکھا۔ انہوں نے صلح کر لی اور شرط یہ قرار پائی کہ مال آپ ﷺ کا ہے اور عورتیں اور بچے ہمارے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے اسلحے سے تین قسی زریں' دو عام زریں اور تین تلواریں لیں' اور ان کے مال سے خمس نکالا۔

علامہ بزار اپنی مسند میں ذکر کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ ان میں مہاجرین ۷۷ اور انصار ۲۳۶ تھے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ان میں بیس غلام بھی تھے۔ تین گھوڑے تھے' ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا' دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کا۔ اور ستر اونٹ تھے جس پر تمام لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت مرثد رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ

کے دو غلام حضرت زید بن حارثہ اور آنیہ رضی اللہ عنہما ایک اونٹ پر تھے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک پر تھے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۴ رتھی۔ ان میں مہاجرین ۸۳ ر تھے' انصار میں قبیلہ اوس سے ۶۱ راور قبیلہ خزرج سے ۱۷۰ رلوگ تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جن قریشی حضرات کو مال غنیمت سے ایک ایک حصہ ملا ان کی تعداد ۸۱ تھی۔[1]

اسماعیل القاضیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عبادۃ بن صامتؓ نے فرمایا کہ ہم غزوہ بدر میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک تھے' جب اللہ نے مشرکین کو بھگایا تو ایک گروہ ان کے تعاقب میں گیا تاکہ ان کو قتل کردیں۔ اور ایک گروہ نے آپ ﷺ کو حفاظت میں لے لیا اور ایک گروہ مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگیا۔ جب پہلا گروہ واپس آیا تو انہوں نے مال غنیمت کا مطالبہ کیا کہ ہم نے دشمن کا پیچھا کیا ہے' لہٰذا ہم حقدار ہیں۔ دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کی حفاظت کی ہے تاکہ دشمن آپ ﷺ کو نقصان نہ دے لہٰذا ہم زیادہ حقدار ہیں۔ تیسرے گروہ والے کہنے لگے کہ ہم زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم نے اس کو اکٹھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: ﴿ یسئلونك عن الانفال ﴾ چنانچہ آپ ﷺ نے آیت ﴿ واعلموا انما غنمتم من شیء ..... الخ ﴾ کے نازل ہونے سے پہلے پہلے ہی جلدی سے مال غنیمت تقسیم کردیا۔

اسماعیل القاضی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بنونضیر کے مال کو مہاجرین اور تین انصاریوں حضرت سہل بن حنیف' ابی دجانہ اور حارث بن الصمۃ میں تقسیم کیا۔ کیونکہ جب مہاجرین مدینہ تشریف لائے تھے تو انصار نے اپنا نصف مال ان کو دیا تھا۔ اب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اگر تم چاہو تو بنونضیر کا مال ان کے اور تمہارے درمیان تقسیم کردوں' اور تم اپنے مواخات پر قائم رہو۔ اور اگر چاہو تو میں

[1] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۳۲۳.

یہ مال صرف مہاجرین کو دوں اور تم جو مال ان کو دیتے تھے وہ روک لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ ان کو مال غنیمت عطا کر دیں' ہم اپنا مال روک لیں گے۔ آپ ﷺ نے وہ مال مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ مہاجرین نے انصار سے مال لینا چھوڑ دیا اور انصار نے وہ مال دینا چھوڑ دیا' اور جن انصار کو آپ ﷺ نے مال غنیمت دیا تھا انہوں نے ضرورت کا اظہار کیا تھا۔

ابن ہشام' ابن سحنون' ابن حبیب اور البرقی لکھتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' یہ دونوں حضرات شام گئے تھے' آپ ﷺ نے ان کا حصہ مقرر کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ لیکن یحییٰ بن معین لکھتے ہیں کہ شریک نہیں ہوئے تھے۔ البتہ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔

ابن سحنون اور ابن حبیب لکھتے ہیں کہ حضرت ابولبابۃ رضی اللہ عنہ' حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے' آپ ﷺ نے ان کو واپس بھیج دیا اور حضرت ابولبابۃ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں امیر مقرر کیا۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے حصے مقرر کئے' اور حضرت حارث بن الصمۃ رضی اللہ عنہ مقام روحاء میں چھپ گئے تھے' چنانچہ آپ ﷺ نے ان کا حصہ مقرر کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ خوات بن جبیر بن النعمان کا حصہ بھی مقرر کیا۔

حضرت عثمان چونکہ آپ ﷺ کے حکم سے حضرت رقیہ کی تیمار داری کے لئے رُکے تھے اس لئے ان کا حصہ بھی آپ ﷺ نے مقرر کیا۔ ان کے حصے کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ابن حبیب لکھتے ہیں کہ غائب کا حصہ مقرر کرنا آپ ﷺ کے لئے خاص تھا۔ اب اس بات پر اجماع ہے کہ غائب کا حصہ نہیں ہے۔

ابن وہب اور ابن نافع امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حاکم وقت کسی مصلحت کی خاطر کسی کو روانہ کرے تو اس کا حصہ مقرر ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کا حصہ نہیں ہے۔ لیکن صحیح اور راجح قول اوّل ہی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں [1] کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو غزوہ اُحد میں واپس بھیج دیا تھا' ان کی عمر چودہ برس تھی۔ البتہ غزوہ احزاب میں پندرہ سال کی بنا پر اجازت دی تھی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بھی غزوہ احزاب میں پندرہ سال کی بنا پر اجازت دی تھی۔

ابن حبیب لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عورتوں' بچوں اور غلاموں کا حصہ مقرر نہیں کیا' البتہ مال غنیمت میں سے مال دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک اس کے برعکس ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اونٹ اور بکری کو بھی تقسیم کیا چنانچہ ایک اونٹ اور دس بکریوں کو برابر شمار کیا [2]

مقتول سے چھینی ہوئی اشیاء کا حکم

مؤطا' بخاری اور مسلم [3] میں حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے۔ جب ہم وہاں گئے تو مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا تھا۔ میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ مسلمان کو نیچے دبائے ہوئے ہے۔ میں اس کی طرف گیا اور اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ وہ میری طرف مڑا اور مجھ کو پکڑ لیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کو موت آ رہی ہے۔ چنانچہ اس کو موت نے

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٧/ ٣٩٢.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٨٨.

[3] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ٢٤٧. مسلم: ٣/ ١٣٧٠. مؤطا: ٢/ ٤٥٤.

پکڑ لیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا حکم ہے۔ پھر لوگ واپس آ گئے تو آپ ﷺ نے مجلس قائم کی اور فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور کوئی گواہ بھی ہو تو مقتول سے چھینا ہوا سامان اس کا ہوگا۔

میں نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ کوئی میرا گواہ ہے پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی اور میں تینوں مرتبہ کھڑا ہوا۔ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے پوچھا اے ابوقتادہ! کیا بات ہے۔

میں نے تمام قصہ بتا دیا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے ہیں' اور اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے کہ دشمن اللہ و رسول کے شیر سے لڑائی کرے اور سامان تمہیں دے دیں۔

بخاری میں یوں[1] ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے شیر کو چھوڑ کر اس کو سامان نہیں دیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا' لہٰذا سامان ابوقتادہ کو ہی دو۔ چنانچہ میں نے اس زرہ کو فروخت کر کے ایک چھوٹی سی نوکری خریدی۔ یہ زمانہ اسلام کا پہلا مال تھا جو مجھے ملا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ قاتل کو جو مقتول کا سامان ملتا ہے وہ مال غنیمت کے خمس سے الگ ہوتا ہے' اور چھینی ہوئی چیزوں میں خمس نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی خمس سے ہی ہوتا ہے۔ خمس کے علاوہ باقی چار حصے مجاہدین کے لئے ہیں' لہٰذا کسی کے لئے بھی ان سے ازخود لینا جائز نہیں ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ آپ ﷺ نے خمس سے پہلے ہی مال نکال کر تقسیم کیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ نے اجتہاد کا حق دیا تھا۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ

---

[1] بخاري (فتح الباري) : ۱۳/ ۱۵۸.

آیت خمس خیبر اور بنونضیر میں نازل ہوئی' اور آپ ﷺ نے اس کی وضاحت کو یوم حنین تک مؤخر نہیں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے قتال کے بعد ارشاد فرمایا تھا' اگر یہ معاملہ مقدم ہوتا تو ابوقتادہ اور دیگر اصحاب کو علم ہوتا۔

اور آپ ﷺ کو اعلان بھی نہ کرنا پڑتا۔ اور ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کو ایک گواہی پر ہی سامان عطا کر دیا۔ اگر یہ مال غنیمت میں ہوتا تو بغیر ملکیت کے نہ نکالا جاتا یا پھر ایک گواہ اور قسم کے ساتھ ملتا۔ اور ایک بات یہ ہے کہ اگر قاتل کا سامان ہوتا اور کوئی گواہ بھی نہیں ہے تو لقطہ سمجھ کر توقف کرنا ضروری ہوتا اور تقسیم نہ ہوتا۔ اور جب گواہ نہیں ہے اور تقسیم بھی ہو گیا تو یہ ملکیت سے نکل گیا یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حاکم کے اجتہاد سے خارج ہے اور وہ خمس سے ہی نکالے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یوم حنین کے علاوہ کبھی ایسا فیصلہ نہیں کیا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں ایسا نہیں کیا۔

ابن المقراز لکھتے ہیں کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو بھی مقتول کا سامان نہیں ملا۔ علامہ عبدالرزاق اپنی مصنف میں لکھتے ہیں[1] کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے سو آدمیوں کو تن تنہا انفرادی مقابلہ میں قتل کیا۔ اور جن میں دوسرے لوگ بھی شریک ہیں وہ الگ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں[2] کہ حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن عفراء انصاری رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو غزوہ بدر میں تلوار سے قتل کیا تھا قتل کرنے کے بعد دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور قتل کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ ہر ایک کہنے لگا کہ میں نے قتل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق ۵/ ۲۳۳۔

[2] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ٢٤٦۔

آپؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ اور سامان حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن الجموح کا ہے۔ دیگر کتابوں میں منقول ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو زمین پر لیٹے دیکھا کہ نوگ تلوار سے اس کو ضربیں لگا رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا اے اللہ کے دشمن کیا اللہ نے تم کو ذلیل کر دیا ہے۔ ابوجہل کہنے لگے اے چرواہے تو بڑی جگہ پر چڑھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کیا تو ابوجہل نے کوئی مزاحمت نہ کی چنانچہ انہوں نے اس کی تلوار چھین کر اسی سے اس کا سر قلم کر دیا۔ پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ تلوار لے آئے آپؐ نے وہ تلوار ان کو عطا کر دی۔ پہلے حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بازو کاٹ دیا' پھر حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے ضرب لگائی اور نیچے گرا دیا البتہ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے گردن کاٹ ڈالی۔

جو مال مشرکین چھین لیں اور دوبارہ مسلمان لے لیں اس کے بارے میں آپ کا فیصلہ

بخاری میں روایت[1] ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھاگ گیا اور اس کو دشمن نے پکڑ لیا' بعد میں مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ اونٹ واپس مل گیا یہ کام آپؐ کے زمانہ میں ہی ہوا۔ ابن عمر کا ایک غلام بھی تھا جو بھاگ گیا اور روم چلا گیا' مسلمانون نے جب روم پر حملہ کیا تو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے وہ غلام حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس دے دیا یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

[1] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٨٢.

کے زمانہ کی بات ہے۔

کتاب الواضحہ اور المدونہ میں منقول ہے کہ ایک آدمی کو اپنا گم شدہ اونٹ مال غنیمت میں ملا۔ آپؐ نے فرمایا اگر تقسیم نہیں ہوئی ہے تو اس کو لے لو اور اگر تقسیم ہو چکی ہے تو اگر لینا چاہتے ہو تو قیمت دینا پڑے گی۔

بخاری' مسلم اور ابو داؤد میں منقول[1] ہے کہ آپؐ سے فتح مکہ کے روز پوچھا گیا کہ کہاں قیام کریں گے آپؐ نے فرمایا کیا عقیل نے مکان خالی کر دیا ہے؟

بخاری میں یہ بھی[2] ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے آپؐ سے حج کے موقع پر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کل کہاں قیام کریں گے آپؐ نے فرمایا کیا عقیل نے انتظام کیا۔ پھر فرمایا ہم ان شاء اللہ کل مقام محصب میں بنی کنانہ کے پاس رہیں گے۔

یہ اس لیے تھا کہ بنی کنانہ نے قریش سے معاہدہ کیا تھا کہ نہ بنی ہاشم سے تجارت کریں گے اور نہ ہی ان کو پناہ دیں گے۔

ایک اور جگہ منقول ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی تو عقیل نے آپؐ کے مکانات لیے اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پھر جب وہ مسلمان ہوئے اس وقت بھی قبضہ تھا چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ جس چیز کی موجودگی میں اسلام لائے گا وہ اسی کی ہوگی۔

کتاب الخطابی میں منقول ہے کہ حضرت عقیل نے عبدالمطلب کے مکانات خرید لیے تھے اس لیے کہ یہ ابوطالب کے وارث تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے وارث نہ بن سکتے تھے کیونکہ یہ مسلمان اور ابوطالب کافر تھے' اور آپ کا بھی کوئی حصہ نہ تھا اس لیے کہ آپؐ کے والد ماجد دادا کی وفات سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے۔ اور

---

[1] بخاری (فتح الباری) ۸/ ۱۳. مسلم: ۲/ ۹۸٤. سنن ابوداؤد۔

[2] بخاری (فتح الباری): ٦/ ١٧٥

عبدالمطلب کی دیگر اولاد ہلاک ہو چکی تھی چنانچہ کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ اور ابو طالب نے چوتھائی حصہ لے لیا ان کے مرنے کے بعد عقیل نے جائیداد لے لی۔ اور قریش اس زمانہ میں مسلمانوں کا مال چھین لیتے تھے۔

بخاری میں منقول[1] ہے کہ آپ کو سونے کے کام والے ریشم کے قباء ہدیہ میں دیئے گئے آپؐ نے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیئے اور ایک حضرت مخرمۃ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے لیے رکھ دیا۔ پھر حضرت مخرمۃ رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دینے لگے آپؐ نے آواز سنی اور چادر سے پکڑ کر لے آئے اور فرمایا اے ابو المسور میں نے یہ تمہارے لیے رکھا ہے۔

امام نسائی کتاب الاسماء والکنی میں لکھتے ہیں کہ مخرمۃ نے آپؐ سے پوچھا کہ جو کپڑے تقسیم کیے ہیں ان میں میرا حصہ کہاں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو صفوان یہ قباء میں نے تمہارے لیے رکھا ہے۔ انہوں نے لے لیا اور فرمایا اللہ آپؐ پر رحم کرے۔

ذمی کے ہدیہ کا حکم

کتاب ابن سحنون میں منقول ہے کہ آپؐ نے ابو سفیان سے' ذمیوں سے' دحیۃ سے' مقوقس شاہ مصر سے' اکیدر سے ہدیہ لیا اور اس کو قبول فرمایا اور بعض کو ہدیہ بھی دیا۔ اور عیاض المجاشعی کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔

مقوقس شاہ مصر کے ہدیہ میں حضرت ماریہ ام ابراہیم' سیرین' سفید خچر اور گدھا شامل تھے۔ آپؐ نے ماریہ کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور خچر و گدھے کو بھی روک لیا۔

مقوقس کا ہدیہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ آیا تھا جن کو آپؐ نے ۶ ھ میں بھیجا تھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس ہدیہ میں تین باندیاں تھیں ایک جہم بن حذیفہ کو دے دی جس کا نام طرف تھا اور حسان بن ثابت کو سیرین عطا کر دی جس

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۶/ ۲۲۶.

سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے یہ حضرت ماریہ کی بہن تھی۔

کتاب مسلم میں منقول [1] ہے کہ فروۃ بن نفاثۃ الجذامی نے آپ کو سفید خچر ہدیہ دیا آپؐ نے یوم حنین کو اس پر سواری فرمائی۔

علامہ سحنون کہتے ہیں کہ اگر بادشاہ روم مسلمان بادشاہ کو ہدیہ دے تو قبول کرلیں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بادشاہ کے لیے خاص ہوگا۔

علامہ اوزاعی لکھتے ہیں کہ یہ ہدیہ تمام مسلمانوں کے لیے ہوگا اور بادشاہ اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرائے گا۔ علامہ سحنون کہتے ہیں رقم جمع نہ کرائے گا۔

علامہ سحنون کہتے ہیں کہ جب سرکشوں کی طرف قاصد روانہ ہوتا ہے تو بادشاہ کی طرف سے جاتا ہے نہ کہ مسلمانوں کی طرف سے۔ اور اس میں خمس بھی نہیں ہے۔

اور جب باغیوں کی طرف سے قاصد آئے تو بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں سے مشاورت کرے اور اس کے آنے کی اطلاع کرے۔

امام بخاری نقل کرتے ہیں [2] کہ ملک ایلۃ نے آپ کو سفید خچر ہدیہ دیا۔ آپؐ نے اس کو چادر دی اور ان کو پیغام لکھا۔ یہ غزوۃ تبوک کے موقع پر ہوا۔

عمرو بن الحارث کہتے ہیں [3] کہ آپؐ نے صرف سفید خچر، اسلحہ اور صدقہ کی زمین ترکہ میں چھوڑی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں [4] کہ آپؐ کے ترکہ میں ایک زرہ تھی جو کہ تیس صاع جو کے بدلہ میں یہودی کے پاس گروی تھی۔

بخاری میں یہ بھی ہے [5] کہ آپؐ نے ترکہ میں درہم و دینار اور غلام و باندی

---

[1] مسلم : ۳/ ۱۳۹۸.
[2] بخاری (فتح الباری) : ۳/ ۳٤۳.
[3] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ۷۵.
[4] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ۹۹.
[5] بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۳۵٦.

نہیں چھوڑے بلکہ سفید خچر' اسلحہ اور وہ زمین جو کہ بعد میں صدقہ تھی۔

ابو عبید کتاب الاموال میں لکھتے ہیں کہ عامر بن مالک ملاعب الاسنہ نے آپ کو گھوڑا ہدیہ کیا آپ ؐ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح عیاض المجاشعی سے کہا تھا کہ ہم مشرکین کی مدد قبول نہیں کرتے ہیں۔ ابو عبید لکھتے ہیں کہ آپ ؐ نے ابوسفیان کا ہدیہ قبول کر لیا اس لیے کہ ان سے امن معاہدہ تھا۔ اور مقوقس کا ہدیہ بھی قبول کیا کیونکہ شاہ مصر نے آپ ؐ کے قاصد کی عزت کی آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ ؐ نے محارب مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو آپ ؐ کے پاس لے کر آئے آپ ؐ نے اس کا خون معاف کر دیا اس کو جزیہ کی پیش کش کی اور آزاد کر دیا چنانچہ وہ اپنی بستی میں چلا گیا۔

مال فیئ میں آپ کا فیصلہ

امام بخاری نقل کرتے ہیں [1] کہ امام ابن شہاب زہری نے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی کہ جب آپ ؐ نے بنو ہوازن کے مال فیئ میں سے قریش کے لوگوں کو سو اونٹ دیئے تو انصار کہنے لگے اللہ اپنے رسول کی مغفرت کرے کہ یہ قریش کو عطا کرتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ ؐ نے انصار کو ایک چمڑے کے خیمہ میں جمع ہونے کا حکم دیا' جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو

[1] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ٢٤٩.

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری طرف سے ایسی بات سامنے آئی ہے' انصار کے سمجھ دار لوگوں نے جواب دیا کہ بڑے لوگوں نے یہ بات نہیں کی ہے اور جو لوگ نئے نئے ہیں انہوں نے مذکورہ بات کہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کو مال دیتا ہوں جو کہ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر جائیں تم اللہ کے رسول کو لے کر جاؤ۔ کیا تمہارا ذخیرہ ان کے ذخیرہ سے بہتر ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں! ہم راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے مرنے کے بعد تمہیں سخت آزمائش آئے گی تم صبر کرنا حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر ملاقات ہو۔

سنن ابی داؤد میں جبیر بن مطعم سے منقول[1] ہے کہ جب مالِ خیبر سے آپ ﷺ نے بنی ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا حصہ رکھا اور بنو نوفل و بنو شمس کو محروم کر دیا تو میں اور حضرت عثمان آپ ﷺ کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں ہے لیکن بنو عبدالمطلب کو آپ ﷺ نے عطا کیا اور ہمیں محروم کر دیا حالانکہ ہم دونوں کی قرابت ایک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور بنو عبدالمطلب نہ زمانہ جاہلیت میں جدا ہوئے اور نہ ہی زمانہ اسلام میں جدا ہوئے' ہم انگلیوں کی طرح ایک ہیں۔ یہ بنو عبدالمطلب کے لئے آپ ﷺ کی خصوصیت تھی کہ بنو عبدالمطلب کو بنو ہاشم کے ساتھ ملایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبد شمس اور ہاشم جڑواں تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا' صبر کرو حتیٰ کہ حوض پر خدا اور رسول سے ملاقات ہو۔

جن حضرات کو آپ ﷺ نے ترجیح دی اور سو اونٹ دیئے وہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن وغیرہ ہیں۔

ابن ہشام نے ابوسفیان' حضرت معاویہ' حکیم بن حزام' الحارث بن ہشام'

[1] سنن أبي داؤد: ۳/ ۳۸۲.

سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، علاء بن حارثہ، عیینہ بن حصن، اقرع بن حابس، مالک بن عوف، صفوان بن امیہ کا نام ان حضرات میں ذکر کیا ہے جن کو سو سو اونٹ دیئے۔ اور ایک گروہ کو سو سے کم دیئے اور ایک جماعت کو پچاس پچاس دیئے۔

ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیئے اور جمیل بن سراقہ الضمری کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! جمیل بن سراقہ کے لئے زمین کے خزانوں سے بہتر چیز ہے اور وہ اقرع و عیینہ کے برابر ہے۔ البتہ میں نے ان کی تالیفِ قلب کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے اور جمیل بن سراقہ کو اسلام سپرد کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں[1] کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس قوم کو تالیف قلب اور حق کی طرف مائل کرنے کے لئے عطا کرتا ہوں، اور قوم کو اس بات کے سپرد کرتا ہوں۔ جن کے دلوں میں اللہ نے خیر رکھی ہے جیسا کہ حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس حکم نے مجھے سرسبز درخت کا سایہ دیا۔

غزوہ حنین کی اس تقسیم میں ایک شخص کہنے لگا کہ خدا کی قسم اس تقسیم میں انصاف و رضائے الٰہی نہیں ہے اس کو ذوالخویصرۃ کہتے تھے اور بنو تمیم سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تباہ و برباد ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ اس شخص کا نام حرقوص بن زہیر تھا۔

امام مبرد اپنی کامل میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس سونے کا ٹکڑا لے کر آئے، آپ ﷺ نے اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ حضرت اقرع بن حابس، دوسرا حضرت زید الخیل کو، تیسرا حضرت علقمہ بن علاثہ

---

[1] بخاری (فتح الباری): ۶/ ۲۵۰۔

اور چوتھا حضرت حصہ عیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ کو دیا۔

اچانک ایک ایسا شخص کھڑا ہوا جو کہ ناقص الخلقت تھا' ٹیڑھی آنکھیں اور بلند پیشانی والا تھا' وہ کہنے لگا کہ اس تقسیم میں اللہ کی رضا نہیں ہے۔ آپ ﷺ اس سے غصہ میں آ گئے۔

امام مبرد نے ایک اور حدیث میں نقل کیا ہے کہ جب آپ ﷺ خیبر کا مال تقسیم کر رہے تھے تو ایک سیاہ رنگ کا شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا آج انصاف نہیں ہوا ہے۔

ابن وہب نقل کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو بعض لوگ آ کر کہنے لگے کہ کوئی چیز عنایت کریں۔ آپ ﷺ کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے بعض برتن کھولے تو ایک مسلمان نے وہاں سے ایک چربی سے بھرا ہوا برتن پکڑ لیا۔ مالِ غنیمت پر مامور شخص نے اس کو دیکھ لیا جن کا نام کعب بن عمرو بن زید تھا۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑ لیا تو اس شخص نے کہا کہ میں واللہ یہ آپ کو نہیں دوں گا' جب تک کہ اپنے اصحاب کے پاس نہ لے جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے دو تا کہ میں اس کو تقسیم کر دوں۔ چنانچہ دونوں میں جھگڑا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو چھوڑ دو تا کہ برتن اپنے دوستوں کے پاس لے جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ مختصر عبدالحکم الکبیر میں فرماتے ہیں کہ میں یہود کی چربی حرام تو نہیں سمجھتا ہوں البتہ مجھے ناپسند ہے۔

بنو نضیر کے مال میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام بخاری رحمہ اللہ [1] اور ابوعبید نقل کرتے ہیں کہ بنو نضیر کا مال جو کہ بغیر جنگ کے حاصل ہوا' مال فیٔ تھا اور آپ ﷺ کے لئے خاص تھا۔ آپ ﷺ اس سے اپنے

[1] بخاری (فتح الباری) : ۶/ ۹۳.

اہل کا سالانہ خرچ چلاتے تھے اور باقی اللہ کے راستہ میں دیتے تھے۔ بنونضیر کے مال سے خمس بھی نہیں نکالا تھا۔ البتہ بنوقریظہ کے مال سے خمس بھی نکالا تھا اس لئے کہ وہ لڑائی سے حاصل ہوا تھا۔

ابوعبید فرماتے ہیں کہ بنونضیر کا واقعہ بدر کے واقعہ کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔[1]

ابن ابی زید مختصر المدونہ میں لکھتے ہیں کہ محرم ۳ھ میں ہوا۔

دیگر حضرات کہتے ہیں کہ ۴ھ میں پیش آیا اور سورۃ حشر نازل ہوئی۔

امام مالک رحمہ اللہ اپنی دونوں کتابوں میں لکھتے ہیں کہ خیبر معمولی لڑائی سے فتح ہوا اور اس کے مال سے خمس بھی نکالا گیا' البتہ جو مال صلح سے حاصل ہوا اس سے خمس نہیں نکالا گیا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں اٹھارہ سو افراد کے لئے مالِ غنیمت کے اٹھارہ حصے کئے گئے۔ ہر سو کے لئے ایک حصہ تھا۔

ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مالِ خیبر کے چھتیس حصے کئے' ہر حصے میں سو حصے جمع کئے۔ آدھا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور آدھا اپنے نائبین اور دیگر حضرات کو دیا۔ اور تقسیم میں جو آپ ﷺ کے حصہ میں آیا وہ مال سرہونہ' اور جو اشیاء آپ ﷺ نے وقف کیں وہ کتیبہ' وطیح اور سلالم کے قلع تھے۔

جب آپ ﷺ کے قبضہ میں مال تھا تو آپ ﷺ کو مکمل تصرف کا حق حاصل تھا لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی خیبر کی زمین یہود کو اس شرط پر دی کہ نصف آمدنی تمہاری ہوگی اور نصف آمدنی ہماری ہوگی۔

کتاب الواضحہ میں منقول ہے کہ جو سات دیواریں آپ ﷺ نے وقف کی تھیں وہ بنونضیر کے مال کا حصہ تھیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کوئی شہر فتح کروں گا تو

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۳۲۹.

وہی تقسیم کروں گا جو آپ ﷺ نے خیبر میں کی ہے۔ ❶

امام مالک اور ابو عبید ذکر کرتے ہیں کہ فتح شام کے موقعہ پر حضرت بلال اور دیگر صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس تقسیم کا مطالبہ کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں کافی شدت رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُعاء کی: اے اللہ! تو ان کو کافی ہو جا۔

ابو عبید لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! بلال اور اس کے ساتھیوں کو کافی ہو جا۔ چنانچہ ایک ہی سال میں تمام حضرات دُنیا سے چلے گئے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ خیبر کا واقعہ صفر ۷ھ میں پیش آیا۔

امام مالک رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس وقت شدید سردی کا زمانہ تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہم لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں؟ جواب دیا کہ سردی، بھوک اور افلاس کی وجہ سے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دُعاء فرمائی اے اللہ! آج ان پر کھانا اور گوشت کی کثرت فرما دے۔ چنانچہ خیبر فتح ہو گیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ خیبر کا مال حدیبیہ میں شریک ہونے والوں میں تقسیم ہوا۔ چاہے وہ خیبر میں شریک تھا یا نہ تھا۔ اہل حدیبیہ میں سے صرف حضرت جابر بن عبداللہ غزوہ خیبر سے غیر حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے ان کا حصہ بھی الگ کیا۔

علامہ [illegible] لکھتے ہیں کہ [illegible] ﷺ نے ان لوگوں کو کھانا کھلایا جو کہ آپ ﷺ کے اور اہل فدک کے درمیان صلح کرا رہے تھے۔ وہ محیصۃ بن مسعود وغیرہ تھے۔ آپ ﷺ نے محیصۃ بن مسعود کو تیس وسق جو عنایت کیے۔

---

❶ بخاری (فتح الباری): ۷/ ۳۲۹.

قاصد کا قتل' کفار سے وعدہ کی وفا کا حکم

سنن ابی داؤد[1] میں نعیم بن مسعود الاشجعی سے روایت ہے کہ مسیلمۃ کذاب نے آپ ﷺ کو خط لکھا۔ جب آپ ﷺ نے خط پڑھا تو قاصدوں سے پوچھا کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسیلمۃ سے متفق ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اتار دیتا۔

ابورافع فرماتے ہیں[2] کہ قریش نے مجھے آپ ﷺ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دِل میں اسلام اتر گیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں کبھی بھی ان کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عہد نہیں توڑوں گا اور نہ ہی سفیر کو محبوس کروں گا البتہ تم چلے جاؤ۔ جو کچھ بھی تمہارے دِل میں ہے تم اب چلے جاؤ۔ میں چلا گیا اور پھر دوبارہ آ کر اسلام قبول کر لیا۔

بخاری میں منقول[3] ہے کہ ابوجندل زنجیروں میں جکڑے ہوئے آئے تھے۔ آپ ﷺ نے کفار کے عہد کی بناء پر ان کو واپس بھیج دیا۔

ابوسفیان الخطابی شرح غریب الحدیث میں لکھتے ہیں کہ ابوجندل کا آپ ﷺ کو خوف نہ تھا اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان کو ان کے باپ و خاندان کی طرف واپس بھیجا تھا۔ البتہ ایسی کسی عورت کو آپ ﷺ نے واپس نہیں بھیجا۔ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ فلا ترجعو هن الى الكفار ﴾

---

[1] سنن ابی داؤد : ۳ / ۱۹۱ ۔

[2] سنن ابی داؤد ۔ ۳ / ۱۸۹

[3] بخاری (فتح الباری) ۵ / ۳۲۹

''ان عورتوں کو کافروں کے پاس واپس نہ بھیجو''۔

بخاری میں یہ بھی [1] ہے کہ آپ ﷺ نے ابو جندل کو اس کے باپ سہیل بن عمرو کے پاس واپس بھیجا تھا جس نے حدیبیہ میں ان شرائط پر صلح کی تھی کہ اگر کوئی مشرک آپ ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آئے تو آپ ﷺ اس کو واپس بھیج دیں' اور اگر کوئی مسلمان آ جائے تو ہم اس کو واپس نہیں بھیجیں گے۔ اور یہ کہ اب واپس چلے جاؤ اور آئندہ سال صرف تین دن کے لئے مکہ آ سکتے ہو' وہ بھی اس طرح کہ اسلحہ وغیرہ میان میں چھپا کر۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عہد تو زنبیل جوڑنے کے مترادف ہے کہ اگر تھوڑی بھی کھل جائے تو ساری کھل جاتی ہے۔ ابو جندل معاہدہ لکھنے سے قبل آیا تھا لیکن چونکہ بات طے ہو چکی تھی' اس لئے آپ ﷺ نے اس کو واپس بھیج دیا۔

امام مفضل لکھتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن مکہ سے سبیعہ الاسلمیہ مسلمان ہو کر آ گئیں۔ ان کا شوہر آ کر کہنے لگا اے محمد! میری بیوی کو واپس کر دو ابھی تو تمہارے معاہدے کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ہے۔ اللہ نے آیت نازل کر دی: ﴿ یا ایھا الذین امنوا اذا جاء کم المومنات مھاجرات ﴾۔

آپ ﷺ نے اس عورت سے توحید کا حلف لیا اور اس کا مقصد صرف رغبت اسلام' محبت اسلام' اسلام کی لاج کو بڑھانا تھا قوم و شوہر کا بغض نہیں نکالا۔ اس عورت نے مذکورہ باتوں پر حلف اٹھا لیا۔ آپ ﷺ نے اس کے شوہر کو حق مہر واپس کیا اور جو خرچہ اس نے کیا تھا وہ بھی واپس کر دیا البتہ عورت کو واپس نہیں بھیجا۔

امام نحاس وغیرہ کہتے ہیں کہ اب یہ حکم منسوخ ہے۔

پناہ کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

تفسیر ابن سلام میں علامہ کلبی سے منقول ہے کہ ایسے مشرکین جنہوں نے

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٣٠٤.

آپ ﷺ سے کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا' ان کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مشرکین کے قتل کا حکم دیا ہے' یہ لوگ اشہر حرم کے بعد آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور حلف اٹھایا۔ آپ ﷺ نے صلح کی شرط اسلام' نماز' زکوۃ کو قرار دیا۔ ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ یہ محفوظ جگہ پر چلے گئے' جو نصرانی تھے اور بنو قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے وہ یمامہ چلے گئے حتیٰ کہ پھر مسلمان ہو گئے۔ اور بعض پھر بھی نصرانیت پر قائم رہے۔

مصنف ابن شیبہ میں منقول ہے کہ آپ کی ایک جماعت نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص کا مال لے لیا اور ابوالعاص بھاگ گئے' ابوالعاص رات کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور مال طلب کیا اور پناہ کا مطالبہ کیا۔ جب آپؐ نے صبح کی نماز کی تکبیر تحریمہ کہی تو حضرت زینبؓ نے عورتوں کی صف سے با آواز بلند کہا کہ اے لوگوں میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔

آپ ﷺ نے نماز کے بعد لوگوں سے پوچھا کیا تم نے بھی وہ آواز سنی ہے۔ جواب دیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اس آواز سے پہلے اس کا علم نہ تھا۔ مسلمانوں کا ادنیٰ ترین شخص بھی پناہ دے سکتا ہے۔ پھر آپؐ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا اس کا اکرام کرو لیکن اس کو نفع نہ دینا کیونکہ تم اس کے لیے حرام ہو۔

پھر آپؐ نے فرمایا اگر تم احسان کرو اور مال واپس کر دو تو یہ محبت کرے گا اور اگر واپس نہیں کرتے تو تم زیادہ حقدار ہو۔ صحابہؓ نے تمام مال واپس کر دیا۔ ابوالعاص مال لے کر مکہ چلے گئے اور ہر ایک کو اس کا مال پورا پورا ادا کر دیا۔ قریش کہنے لگے اللہ آپ کو بہتر بدلہ دے ہمارے نزدیک آپ وفادار اور کریم ہیں۔

پھر ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ میں نے آپؐ کے ہاں اس لیے اسلام قبول نہیں کیا کہ تم کہو گے کہ ہمارا مال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اب جب اللہ

نے مال ادا کر دیا ہے تو میں نے اسلام قبول کرلیا۔ چنانچہ یہ وہاں سے نکل کر مدینہ چلے آئے۔

ایک اور جگہ منقول ہے کہ جب غزوہ بدر میں انصار نے حضرت عباس کو قیدی بنایا تو ایک شخص کہنے لگا کہ آپؐ نے ان کو اشارہ کیوں کیا۔

انصار نے پوچھا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اجازت دیں کہ ہم فدیہ لے کر حضرت عباس کو چھوڑ دیں آپؐ نے فرمایا ایک درہم بھی مت چھوڑنا۔

اور جب زینب بنت رسول ﷺ نے ابوالعاص کے فدیہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا شادی کا ہار بھیجا تو آپؐ نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو قیدی کو چھوڑ دو اور ہار بھی واپس کر دو۔ انصار نے کہا ہم تیار ہیں چنانچہ انصار نے ان کو چھوڑ دیا اور ہار بھی واپس کر دیا۔

اس کہنے والے کا جواب یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں انصار کو جو فرمایا وہ اس وجہ سے تھا کہ آپؐ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے اور فدیہ کا مال اس ہار سے پورا ہوتا جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں دیا تھا اور ابوالعاص کے پاس مال نہ تھا۔ ان کے پاس تو قریش کا مال بطور امانت تھا جو کہ وہ ان کو دے چکے تھے۔ اور انصار سے جو فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ایک درہم بھی معاف نہ کرنا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مالدار تھے۔

ابن قتیبہ وغیرہ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اپنا، اپنے بھتیجوں عقیل ونوفل اور اپنے حلیفوں کا فدیہ ادا کرو کیونکہ تم مالدار ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں مسلمان ہوں آپؐ نے فرمایا اللہ تمہارے اسلام کو خوب جانتا ہے۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تمہیں بہتر بدلہ دے گا ہم تو ظاہر معاملہ پر فیصلہ کریں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے پاس مال نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے نکلتے وقت ام الفضل کو دیا جبکہ تم دونوں

اکیلے تھے اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں واپس نہ آیا تو فضل اور عبداللہ کو اتنا اتنا حصہ دے دینا۔

حضرت عباسؓ کہنے لگے قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ ام فضل کے علاوہ کسی کو بھی اس خزانہ کا علم نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی جان کا فدیہ سو اوقیہ دیا اور باقیوں کا چالیس چالیس اوقیہ فدیہ دیا۔

ابن القاسم اور ابن اسحاق نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ نے مجھے لوگوں سے سوال کرنے والا بنا کر چھوڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور عقیل کو مسلم ہونے کا حکم دیا' دیگر قیدیوں میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا۔

ابن النحاس لکھتے ہیں کہ حضرت عباس کہنے لگے کہ جب میں قید ہوا تو میرے پاس بیس اوقیہ تھے جو مجھ سے لے لیے ان کے عوض اللہ نے مجھے بیس غلام دیئے اور مغفرت کا وعدہ کیا۔ علامہ مکی لکھتے ہیں کہ: میرے پاس قید کے وقت چالیس اوقیہ تھے۔ ہر اوقیہ میں چالیس مثقال تھے۔ اللہ نے ان کے عوض مجھے چالیس غلام دیئے اور مغفرت کا وعدہ کیا۔

امام مالک مؤطا میں ابوالنضر سے نقل کرتے ہیں[1] کہ ابومرۃ جو ام ہانی بنت ابی طالب کا غلام تھا حضرت ام ہانی کا قول نقل کرتا ہے کہ میں فتح مکہ کے دن آپؐ کے پاس گئی آپ غسل کر رہے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کیے ہوئے تھیں۔ آپؐ نے پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا میں ام ہانی ہوں۔ آپؐ نے خوش آمدید کہا' جب آپؐ غسل سے فارغ ہو گئے تو ایک کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعات ادا کیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص کو میں نے پناہ دی ہے

[1] مؤطا امام مالک: ۱/ ۱۵۲۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں وہ شخص فلان بن ہبیرۃ ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام ہانی جس کو تم نے پناہ دی ہے ہم بھی اس کو پناہ دیتے ہیں۔ حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔

ہبیرہ بن ابی وہب حضرت ام ہانی کا شوہر تھا اور مخزومی تھا جب حضرت ام ہانی نے اس کو اسلام کی پیش کش کی تو اس نے یہ اشعار کہے:

① ہند نے تجھ کو رغبت دلائی ہے یا سوال کیا ہے۔ بہانے تو ایسے ہی بنتے رہتے ہیں۔

② بے عقلوں سے کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ تیر ہو اور اس کا پھل نہ ہو۔

③ اگر تو نے دین محمد کو قبول کیا ہے اور رشتہ داروں نے تجھ سے حسن سلوک کیا ہے۔

④ تو پھر تازہ کھجوروں پر قائم رہ کہ وہ خشک ہونے سے اور مزیدار ہوتی ہیں۔

کتاب ابن سحنون اور کتاب الواضحۃ میں منقول ہے کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: کہ مسلمانوں کا ادنیٰ ترین شخص پناہ دے سکتا ہے اور بلند ترین شخص مال غنیمت سے خمس نکال کر بیت المال میں جمع کر سکتا ہے۔

ابن الماجشون کہتے ہیں کہ صرف قائد ہی امان دے سکتا ہے۔ لیکن ابن شعبان القرطبی فرماتے ہیں کہ ابن الماجشون کا قول تمام لوگوں کے خلاف ہے اس لیے نا قابل اعتبار ہے۔

جزیہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

ابن حبیب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صرف دعوت و تبلیغ کا حکم دیا قتال و جزیہ کا حکم نہیں دیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تقریباً دس سال اس حکم پر عمل کرتے رہے۔ پھر آیت:

﴿ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ﴾

نازل ہوئی۔ اس آیت میں اس بات کا حکم تھا کہ اگر کوئی قتال کرے تو اس سے قتال کرو اور جو قتال نہ کرے اس سے نہ کرو۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فان اعتزلوكم فلم يقاتلوكم والقوا اليكم السلم فما جعل الله لكم عليهم سبيلا ﴾

پھر ۸ھ میں یہ حکم نازل ہوا کہ جو اسلام قبول نہ کرے اس سے قتال کرو۔ چاہے وہ قتال کرے یا نہ کرے البتہ اگر کوئی معاہدہ کرے تو معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرو۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ واقتلوهم حيث وجدتموهم ﴾

اس آیت میں کسی قسم کا استثناء نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے قتال کا حکم دیا حتی کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ ادا کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ قاتلوا الذين لايومنون بالله و لا باليوم الاخر ﴾

اس حکم میں وہ شخص بھی شامل ہے جو عرب ہونے کے ساتھ ساتھ اہل کتاب سے بھی تعلق رکھتا ہے' چنانچہ آپؐ نے نجران اور ایلۃ کے عیسائیوں سے جزیہ لیا اور اسی طرح دومۃ الجندل کے عیسائیوں سے بھی جزیہ لیا۔ یہ تمام عرب لوگ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کی اجازت دی تھی اور دیگر لوگوں سے قتال کا حکم دیا تھا۔ البتہ آپ کی زبان سے مجوسیوں کو بھی اس سے مستثنیٰ کر دیا کہ اگر مجوسی جزیہ ادا کرنے پر راضی ہوں تو ان سے جزیہ لے لو۔ اور مشرکین عرب کے بارے حکم دیا کہ جب تک اسلام قبول نہ کریں ان سے قتال کرو جزیہ نہ لو۔

ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی آیت کا حکم سنت رسول سے منسوخ ہو سکتا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب اس بات

کے قائل ہیں کہ نسخ ہوسکتا ہے ان کی دلیل کہ آپ کا ارشاد "لاوصیة لوارث"[1] قرآنی آیت ﴿ الوصیة للوالدین والاقربین ﴾ کا ناسخ ہے۔

اور جو لوگ نسخ کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن تو معجزہ ہے اور سنت معجزہ نہیں ہے لہٰذا سنت سے قرآن کا نسخ نہیں ہوسکتا ہے بلکہ سنت قرآن کی وضاحت کرتی ہے۔ اور اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ واذا بدلنا آیة مکان آیة و الله اعلم بما ینزل ﴾

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ قل مایکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ﴾

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت سے نسخ نہیں ہوسکتا ہے۔

علامہ عبدالرزاق اور ابوعبید نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے ہر بالغ مرد و عورت سے جزیہ لینے کا حکم دیا۔ ابوعبید نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہر غلام و باندی سے جزیہ لو اور اس کی مقدار ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر چادریں وغیرہ۔ امام شافعی اس سے دلیل پکڑتے ہیں۔

امام مالک[2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے دلیل پکڑتے ہیں کہ جن کے پاس سونا ہے ان سے چار دینار اور جن کے پاس چاندی ہے ان سے چالیس درہم لے لو۔ اور غلام و عورتوں پر جزیہ نہیں ہے۔ اہل علم ان احادیث کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ کو اہل یمن کی فقیری وغریبی کا علم تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل شام کی مالداری کا علم تھا اس لیے فیصلہ الگ تھا۔

علامہ اشہب نقل کرتے ہیں کہ جو بھی جزیہ پر راضی ہو اس سے جزیہ لے لیا جائے۔ چاہے اہل کتاب ہوں یا مجوسی وغیرہ۔

---

[1] سنن نسائی: ٦/ ٥٥٧

[2] سنن نسائی: ٦/ ٥٥٧

ابن وہب فرماتے ہیں کہ آپؐ نے قریش سے دین کے معاملہ میں قتال کیا تھا۔ اور جو عرب قبیلہ تغلب وتنوخ سے تعلق رکھتے تھے اور دین اسلام میں داخل نہیں ہوئے تو ان سے جزیہ نہیں لیا گیا بلکہ قتال کیا گیا اور ان میں سے جو اہل کتاب میں شامل ہوئے تھے ان سے جزیہ قبول کرلیا گیا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے اہل ہجر اور منذر بن ساوی کو خط لکھا اور دعوت اسلام دی۔ اور اس میں فرمایا جو دعوت کا انکار کرے گا اس کے لیے جزیہ ہے۔ آپؐ نے اس فرمان میں عربی اور غیر عربی کا کوئی فرق نہیں رکھا۔

کتاب النکاح

باپ کا اپنی ثیبہ بیٹی کا بغیر اجازت و رضا نکاح کرنا

موطا، بخاری، مسلم، نسائی اور مصنف عبدالرزاق میں [1] حضرت خنساء بنت خدام الانصاریہ فرماتی ہیں کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا حالانکہ میں ثیبہ تھی میں نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور نبی کریم ﷺ کو خبر دی آپؐ نے اس نکاح کو ختم فرما دیا۔

مصنف عبدالرزاق میں منقول [2] ہے کہ انہوں نے بعد میں ابولبابہ انصاری سے نکاح کر لیا تھا۔ اسی کتاب میں مہاجر بن عکرمہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح کر دیا وہ لڑکی راضی نہیں تھی جب معاملہ آپؐ کے سپرد ہوا تو آپؐ نے نکاح ختم کر دیا۔

ابن جریج ایوب سے وہ عکرمہ سے اور وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ثیبہ اور کنواری کا نکاح ان کے والدین نے کر دیا وہ دونوں ناراض تھیں چنانچہ آپؐ کے پاس فیصلہ لے کر آئیں تو آپؐ نے ان کا نکاح ختم کر دیا۔ [3]

عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں [4] کہ ایک کنواری عورت آپ کی خدمت میں

---

[1] موطا امام مالك: ۲/ ۵۳۵. بخاری (فتح الباری) : ۹/ ۱۹۳.
سنن نسائی: ٦/ ۳۹٤. مصنف عبدالرزاق : ٦/ ۱٤۸.

[2] مصنف عبدالرزاق : ٦/ ۱٤۸.

[3] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ۱٤٥.

[4] سنن نسائی : ٦/ ۳۹٥.

حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میرے والد نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے اس کے گھٹیا پن کو میرے ذریعے بلند کرنا چاہتا ہے اور میرے سے اجازت بھی نہیں لی ہے کیا مجھے کوئی اجازت ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ ہاں تجھے نکاح ختم کرنے کی اجازت ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ میں اپنے والد کے فیصلے کو ختم نہیں کرنا چاہتی تھی بلکہ میں تو یہ چاہتی تھی کہ عورتوں کو اس بارے میں علم ہو جائے کہ ان کو کوئی اختیار ہے یا نہیں ہے۔ سنن نسائی اور کتاب الواضحۃ میں منقول ہے کہ آپؐ جب اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرنے کا ارادہ کرتے تو پردہ کے پاس آ کر فرماتے کہ فلاں نے فلانی کے لیے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ اگر پردہ حرکت کرتا تو آپؐ نکاح نہ کراتے۔

کتاب الواضحۃ میں ہے کہ اگر لڑکی پردے پر ہاتھ مارتی تب بھی نکاح نہ کرتے اور اگر خاموش رہتی تو نکاح کر دیتے۔

کتاب المدونۃ میں حسن بصری سے منقول ہے کہ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹیوں سے نکاح کیا اور ان سے مشورہ نہیں کیا۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ آپ کو ثیبہ کا نکاح بغیر اجازت کرنے کا مکمل اختیار حاصل تھا۔

اسماعیل قاضی لکھتے ہیں آپؐ نے اپنی بعض بیٹیوں کا نکاح ہجرت سے پہلے کیا اور بعض کا ہجرت کے بعد نکاح کیا۔ اور نکاح کے احکامات ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔ ہجرت کے بعد صرف ایک کنواری لڑکی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔

اس لیے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ میں ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا اس نے طلاق دی تو آپ ﷺ نے مکہ ہی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا تھا۔

اور حضرت حسن بصری نے جو روایت نقل کی ہے اس میں حضرت ام کلثوم کا

تذکرہ ہوسکتا ہے کیونکہ ہجرت کے بعد حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کے علاوہ کسی کا نکاح نہیں کیا۔

ابن قتیبہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے مدینہ میں نکاح کیا پھر ان کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اور نبوت سے قبل حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا لیکن شب عروس سے قبل ہی ان دونوں نے طلاق دے دی تھی۔

شب عروسی سے قبل شوہر کا فوت ہو جانا

کتاب النسائی [1] میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا گیا جس نے عورت سے نکاح کیا اور مہر مقرر نہیں کیا تھا اور شب عروسی سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ تک کوئی جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا کہ میں جواب دیتا ہوں۔ اگر صحیح ہوا تو خدا کی جانب سے ہوگا اور غلط ہوا تو میری جانب سے ہوگا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو اتنا مہر ملے گا جو کہ اس کے خاندان کی عورتوں کا مہر ہے۔ نہ اس مہر میں کمی ہوگی اور نہ ہی زیادتی ہوگی اور وراثت بھی ملے گی اور چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔ قبیلہ اشجع کے لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔

علامہ عبدالرزاق فرماتے ہیں [2] بروع بنت واشق بنورؤاس سے تعلق رکھتی تھی

---

[1] سنن نسائی: ٦/ ٤٣٢.

[2] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ٢٩٤.

اور بنو رؤاس بنو عامر بن صعصعۃ کی شاخ تھی اور گواہی دینے والے معقل بن سنان اور ان کی قوم کے افراد تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کو مہر نہیں ملے گا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک نے ان کے قول کو اختیار کیا ہے۔

سفیان ثوری' الحسن بصری اور قتادہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے سنن نسائی و مصنف عبدالرزاق میں منقول ہے کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ ان کا فیصلہ آپؐ کے فیصلے کے موافق ہے۔ تو بہت خوش ہوئے۔

شادی کے وقت عورت کا حاملہ ہونا اور مطلقہ کا نفقہ اور عدت

مصنف عبدالرزاق میں[1] حضرت سعید بن المسیب بصرۃ انصاری سے نقل کرتے ہیں میں نے ایک کنواری عورت سے نکاح کیا جب میں اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ حاملہ ہے آپؐ نے فرمایا اس کو مہر ملے گا اور بچہ تمہارا غلام ہوگا اور جب بچہ کی پیدائش ہو جائے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ اور آپؐ نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی۔

مؤطا و بخاری' مسلم اور نسائی میں[2] فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ عمرو بن حفص نے ان کو آخری طلاق دی اور اس وقت وہ شام میں تھا وہاں سے ابو عمرو بن حفص نے اپنے وکیل کو کچھ جو دے کر بھیجا' فاطمہ نے انکار کر دیا۔ وکیل نے کہا خدا

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ٢٤٩.

[2] مؤطا امام مالك: ٢/ ٥٨٠. بخاري (فتح الباري) : ٩/ ٤٧٧.
مسلم: ٢/ ١١١٤. سنن نسائي: ٦/ ٣٨٣.

کی قسم ہمارے ذمہ تمہاری کوئی چیز نہیں ہے۔

سنن نسائی میں ہے کہ ابو عمرو بن حفص نے حارث بن ہشام بن ابی ربیعہ کو نفقہ دے کر بھیجا انہوں نے انکار کر دیا تو وکیل نے فرمایا خدا کی قسم ہمارے ذمہ کوئی نفقہ نہیں ہے ہاں البتہ اگر تم حاملہ ہو۔ اور ہماری اجازت کے بغیر ہمارے گھروں میں سکونت بھی اختیار نہیں کر سکتی ہو۔

کتاب مسلم میں ہے کہ انہوں نے پانچ صاع جو' پانچ صاع کھجوریں بھیجیں۔ یہ آپ کے پاس لے کر آئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ نہیں ہے۔

کتاب مسلم میں یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ کی عدالت میں خرچ و رہائش کا مقدمہ پیش کیا آپ نے میرے لیے کچھ بھی مقرر نہ فرمایا۔

امام نسائی ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ نے ان کو ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا پھر فرمایا یہ ایسی عورت ہے جس کو میرے اصحاب نے ڈھانپ دیا ہے تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو کیونکہ وہ نابینا شخص ہے۔ اپنا آپ سنبھال کر رکھو' جب عدت ختم ہو تو مجھے اطلاع کرنا۔ جب عدت پوری ہو گئی تو میں نے بتایا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ یحییٰ کی روایت کردہ مؤطا میں ابو جہم بن ہشام کا ذکر ہے جو کہ غلط ہے۔ بلکہ یہ ابو جہم بن مخر بن عدی قریشی ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ ابو جہم تو کندھے سے عصا ہی نہیں اتارتا اور معاویہ فقیر آدمی ہے اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے' لہٰذا تم اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کرلو۔ یہ مجھے ناگوار گزرا آپؐ نے دوبارہ فرمایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لو۔ میں نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ تو اللہ نے اس نکاح میں اتنی خیر و برکت نازل کی کہ مجھے رشک ہونے لگا۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ فاطمہ نے جو آپؐ کے پاس مقدمہ پیش کیا اور کہا کہ میرے لیے نہ خرچ اور نہ ہی رہائش مقرر کی۔ ان میں سے خرچ کی بات یقینی ہے اور رہائش کی بات ان کا وہم ہے اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ اپنے اس گھر سے کوچ کر چکی ہے لہٰذا جب آپؐ نے اس بات کو دیکھ کر رہائش کا فیصلہ نہ کیا تو سمجھیں کہ میرے لیے رہائش مقرر نہیں کی ہے۔

آپ کا ارشاد کہ ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزار لو یہ رہائش کا بندوبست ہی تو ہے۔

فقہی مسائل:

ان روایات سے مندرجہ ذیل فقہی مسائل نکلتے ہیں:

(۱) ایک عورت کو دو شخص نکاح کا پیغام بھیج سکتے ہیں۔
(۲) نکاح کرنے والے کی اچھائیاں اور برائیاں غیبت میں شامل نہیں ہے۔
(۳) آدمی کے اکثر اوصاف کا بیان کرنا ٹھیک ہے۔
(۴) مطلقہ عورت کا اپنے شوہر کے گھر سے نکلنا جائز ہے جبکہ شوہر کے اہل خانہ اس کو تکلیف دیتے ہوں۔
(۵) طلاق مغلظہ والی کے لیے نفقہ نہیں ہے۔
(۶) نیک عورت کی زیارت کرنا صحیح ہے۔
(۷) غائب کی عدم موجودگی میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

مصنف ابی داؤد میں منقول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک عورت کے قول کی وجہ سے قرآن و سنت کو ہم نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔[1]

---

[1] سنن ابی داؤد : ۲/ ۷۱۷.

شوہر کی عدم موجودگی میں عورت کا خرچ

بخاری و مسلم[1] میں منقول ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ہند تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ ابوسفیان بخیل شخص ہے اور میرے بچوں کے لیے اور میرے لیے خرچہ نہیں دیتا ہے البتہ میں بنا اطلاع لے لیتی ہوں آپؐ نے فرمایا گزارہ لائق لے لیا کرو۔

فقہی مسئلہ:

① غائب کی صورت میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔

② اگر کوئی کسی کا حق چھین لے اور وہ اس کے مال پر اختیار حاصل کر لے تو اپنے حق کے مثل لے سکتا ہے۔

کتاب الواضحہ میں ہے کہ آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں یہ فیصلہ کیا کہ فاطمہ گھر کے کام کرے گی اور علی رضی اللہ عنہ باہر کے کام کریں گے۔

ابن حبیب فرماتے ہیں کہ خدمت باطنہ میں۔ آٹا گوندھنا' روٹی پکانا' صفائی کرنا اور پانی رکھنا جب کہ پاس ہو اور گھر کے دیگر کام شامل ہیں۔

امام بخاری و مسلم اور امام نسائی رحمہم اللہ نے نقل کیا[2] ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور چکی سے ہاتھوں کے خراب ہونے کی شکایت کی۔ ان کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کے پاس غلام آئے ہیں لیکن ان کو غلام نہ ملا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو انہوں نے آپ کو خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سونے کے لیے لیٹے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ اپنی جگہ لیٹے رہو حتی کہ آپؐ ہمارے

---

[1] بخاری (فتح الباری): ٩/ ٥٠٧. مسلم: ٣/ ١٣٣٨.

[2] بخاری (فتح الباری): ١١/ ١١٩. مسلم: ٤/ ٢٠٩١. سنن نسائی: ٢٠٣.

درمیان تشریف فرما ہو گئے پھر فرمایا کہ میں تمہیں اس سوال سے بہتر بات نہ بتاؤں وہ یہ ہے، کہ تم جب سونے کے لیے لیٹو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان تسبیحات کو کبھی نہیں چھوڑا کسی نے پوچھا کہ صفین کی رات کو بھی نہیں چھوڑا جواب دیا کہ نہیں چھوڑا۔

مہر کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور مصنف عبدالرزاق میں منقول[1] ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مہر میں اپنی حطمی زرہ دی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ وہ پانچ سو درہم میں فروخت ہوئی۔ مصنف عبدالرزاق میں یہ بھی[2] ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بارہ اوقیہ مہر دیا۔ امام نسائی ذکر کرتے ہیں[3] کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر، مشک اور گھاس سے بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ جہیز میں دیا۔

ابن ابی زید کہتے ہیں کہ یہ نکاح ۱ھ میں ہوا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ۲ھ میں ہوا۔

مؤطا، بخاری، مسلم اور نسائی میں منقول[4] ہے کہ ایک عورت نے آپؐ سے آ کر کہا کہ میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے لیے ہبہ کر دیا۔ وہ عورت کافی دیر کھڑی

---

[1] سنن ابی داؤد: ۲/۵۹۶. سنن نسائی: ٦/٤٤٠. مصنف عبدالرزاق: ٦/ ١٨٣.

[2] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ١٧٦.

[3] سنن نسائی: ٦/ ٤٤٥.

[4] موطا امام مالك: ٢/ ٥٢٦. بخاری (فتح الباری): ٩/ ١٩٠.
مسلم: ٢/ ١٠٤٠. سنن نسائی: ٦/ ٤٢٢.

رہی حتی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا نکاح اس سے کر دیجیے۔ آپؐ نے پوچھا کہ مہر ادا کرنے کے لیے کوئی چیز ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس چادر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر تو چادر دے گا تو تیرے پاس کچھ بھی نہ رہے گا لہٰذا کوئی چیز تلاش کر۔ اس نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں ہے آپؐ نے فرمایا تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ بھی نہ ملی۔ آپؐ نے پوچھا کیا کچھ قرآن پڑھے ہوئے ہو۔ جواب دیا کہ فلاں فلاں سورت پڑھا ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس قرآن کے بدلہ تجھ سے نکاح کر دیا ہے اس عورت کا نام خولہ بنت حکیم تھا بعض کہتے ہیں کہ ام شریک تھا۔

فقہی مسائل:

ان روایات سے مندرجہ ذیل فقہی مسائل نکلتے ہیں:

1. بادشاہ اس کا ولی بن سکتا ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔
2. سامان کے بدلہ نکاح کیا جا سکتا ہے یعنی سامان مہر بن سکتا ہے۔
3. تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔

ابن حبیب کے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ آپ کی خاصیت تھی صحابہ و تابعین نے ایسا نہیں کہا ہے۔ صرف امام شافعی اس کے قائل ہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ وہ سورت اس عورت کو بھی یاد ہو اور وہ نبی کریم ﷺ سے راضی ہو کیونکہ اس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی پانچ درہم سے کم مہر پر نکاح نہیں کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے پانچ درہم کے عوض نکاح کیا تھا ایک سونے کا ٹکڑا تھا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔

ابن المنذر ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دس درہم

کے برابر سامان کے بدلہ میں نکاح کیا تھا۔

کتاب الواضحہ میں ہے کہ آپ کی بیویوں کا مہر پانچ سو درہم ہوتا تھا۔

وثائق ابن العطار میں ہے کہ چار سو درہم ہوتا تھا۔

کتاب النوادر وغیرہ میں منقول ہے کہ آپؐ نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے چار ہزار درہم مہر پر نکاح کیا۔ اور چار سو دینار بھی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی سے منع کرنا

بخاری، سنن ابی داؤد اور کتاب الواضحہ میں منقول[1] ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح بھیجا۔ بنو ہشام بن المغیرۃ نے آپ ﷺ سے اس نکاح کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور غصہ کی حالت میں منبر پر تشریف لائے خطبہ ماثورہ کے بعد فرمایا کہ بنو ہشام بن المغیرۃ اس بات کی اجازت طلب کرتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب سے کر دیں میں ان کو اجازت نہیں دیتا ہوں اور نہ ہی اجازت دوں گا البتہ اگر علیؓ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ میری بیٹی میرے جگر کا حصہ ہے جس نے اس کو شک میں مبتلا کیا اس نے مجھے شک میں مبتلا کیا اور جس نے اس کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے ہی تکلیف دی۔ نبی کی بیٹی اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ نہیں رہ سکتی ہے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں فاطمہ کے دین کو آزمائش میں نہ ڈال دیا جائے۔

میں حلال کو حرام نہیں کہتا اور نہ ہی حرام کو حلال کہتا ہوں البتہ اتنی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہ سکتی ہے۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس حدیث کی روشنی میں نکاح میں

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۹/ ۳۲۷. سنن ابوداؤد : ۲/ ۵۵۶.

شرائط لگانے کا جواز پیدا کرے تو وہ نہیں کرسکتا ہے اس لیے کہ یہ نبی کی خاصیت تھی۔

عورت کا شوہر سے پہلے مسلمان ہو جانا

کتاب المدونہ میں منقول ہے کہ حضرت غیلان بن سلمۃ الثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس خواتین تھیں۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: چار کو رکھ لو اور باقیوں کو جدا کر دو۔

حضرت فیروز الدیلمی نے کہا اے اللہ کے رسول میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپؐ نے فرمایا جس کو چاہو طلاق دے دو۔

سنن ابی داؤد میں منقول[1] ہے کہ ایک عورت نے آپؐ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا اور ایک شخص سے نکاح کر لیا۔ پھر اس کا پہلا شوہر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپؐ نے اس عورت کو دوسرے شوہر سے جدا کر کے دوبارہ پہلے کو دے دیا۔

نکاح متعہ اور معترض کے بارے آپ کا فیصلہ

مؤطا و بخاری اور نسائی میں منقول[2] ہے کہ رفاعۃ بن سموال نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو آپؐ کے زمانہ میں تین طلاقیں دیں۔ اس عورت نے عبدالرحمن بن الزبیر سے نکاح کر لیا لیکن وہ اس سے جدا رہے وہ جماع کی قدرت نہ رکھتے تھے اس لیے اس عورت کو جدا کر دیا۔ اب رفاعۃ نے دوبارہ نکاح کا ارادہ کیا اور نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ ﷺ نے نکاح سے منع کیا حتی کہ وہ عورت اس

---

[1] سنن ابی داؤد: ۲/ ٦٧٤.

[2] بخاری (فتح الباری): ۹/ ۳٦١. مؤطا امام مالك: ۲/ ٥٣١ .
سنن نسائی: ٦/ ٤٥٧.

مرد سے فائدہ لے۔

فقہی مسئلہ:

اگر عورت نیند کی حالت میں اور شوہر اس کے پاس ہو اور کچھ حرکت کرے لیکن اس کو محسوس نہ ہو اور نہ ہی لذت آئے تو یہ پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہے۔

ایک اور حدیث میں[1] ہے حضرت ربیع بن سبرۃ الجھنی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم مکہ کی فتح کے روز آپ کے ساتھ آئے تھے آپ نے ہمیں عورتوں سے نفع اٹھانے کی اجازت دی (یعنی نکاح متعہ کرنے کی اجازت دی) چنانچہ میں اور میرا ایک دوست ایک عورت کے پاس گئے وہ عورت نوجوان اور لمبی گردن والی تھی۔ ہم نے اس کو پیغام نکاح دیا اور مہر میں اپنی چادریں دینے کا کہا۔ میرے دوست کی چادر زیادہ اچھی تھی اور میں اس سے جوان تھا وہ عورت ہمیں دیکھنے لگی۔ میرے دوست نے اس عورت سے کہا' میری چادر اس کی چادر سے بہتر ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے اس چادر پر راضی ہوں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ تین راتیں رہا۔ پھر نبی کریمؐ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں[2] ہے کہ قیامت تک حرام ہے لہٰذا جس کے پاس ایسی عورت ہے اس کو چھوڑ دے اور جو مہر ان کو دیا ہے وہ مت لے۔

حدیث شعبہ میں ہے یہ فرماتے ہیں کہ میرے اور اس کے درمیان دس دن کا رشتہ رہا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جب میں رات گزار کر صبح آیا تو آپؐ رکن یمانی اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے تھے آپ کی گفتگو یہ تھی کہ میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی ہے اور اب اللہ نے اس کو قیامت تک حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کے

[1] مسلم: ۲/ ۱۰۲۳۔

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: ٤/ ۲۹۲۔

پاس کوئی عورت ہو وہ اس کو چھوڑ دے اور دیا ہوا مہر نہ لے۔

تحریم متعہ میں مختلف روایات ہیں۔ بعض کے ہاں یوم خیبر کو حرام ہوا اور بعض کے ہاں یوم القضیہ ۷ھ میں ہوا۔

ابوعبید کہتے ہیں کہ بعض کے ہاں فتح مکہ پر حرام ہوا۔

ابوعبید نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے تم اس عورت کو چھوڑ دو البتہ اس کو پیچھے چھوڑ سکتے ہو۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

بخاری و مسلم[1] میں حضرت جابر بن زید سے روایت ہے کہ ابن عباس نے اس بات کی خبر دی کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا۔

امام مسلم[2] نے یزید بن الاصم سے روایت کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب میرے سے نکاح کیا تو آپؐ احرام اتار چکے تھے۔ حضرت میمونہ میری اور ابن عباسؓ دونوں کی خالہ تھیں۔

کتاب الواضحۃ وغیرہ میں ہے کہ آپ احرام اتار چکے تھے اور مقام سرف میں شب عروس گزاری۔

امام مالک ابن المواز کی کتاب میں فرماتے ہیں کہ جب عام القضیہ پر آپؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تو قریش نے مکہ میں شب عروسی سے انکار کیا چنانچہ آپؐ وہاں سے نکلے اور مقام سرف میں شب عروس گزاری۔

---

[1] بخاری (فتح الباری): ۹/ ۱۶۵. مسلم: ۲/ ۱۰۳۱.

[2] مسلم: ۲/ ۱۰۳۲.

بیوی میں آپ کی تقسیم

حدیث شریف میں آیا ہے [1] کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین راتیں گزاریں جب آپؐ نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کپڑے سے پکڑ لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری ساتھیوں کے لیے کوئی حرج نہیں ہے اگر تم چاہتی ہو تو تمہارے پاس سات راتیں گزارتا ہوں اور ان کے پاس لمبی سات راتیں گزاروں گا۔ اور اگر چاہتی ہو تو تین راتیں گزارتا ہوں پھر ان کے پاس جاتا ہوں۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ تین راتیں ہی گزاریں۔

نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان عدل کرتے تھے اور یہ عدل واجب نہ تھا۔ اس لیے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ ترجی ممن تشاء منهن وتؤوي اليك من تشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك ﴾

حضرت علیؓ ابن عباس اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ آیت بعد والی آیت:

﴿ لا يحل لك النساء من بعد ولا أن تبدل بهن من أزواج ﴾

کو منسوخ کرتی ہے:

اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پہلی آیت بعد والی آیت کو نسخ کرتی ہے۔ البتہ یہ عام ہوتا ہے کہ دوسری آیت پہلی کو منسوخ کرتی ہے۔

مؤطا [2] اور کتاب المدونہ میں ابن شہاب سے مروی ہے کہ رافع بن خدیج نے ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی۔ اس سے پہلے محمد بن سلمۃ کی بیٹی ان کے نکاح میں تھی وہ عمر میں بڑھ چکی تھیں اس لیے انہوں نے نوجوان کو زیادہ ترجیح دی۔ انہوں

---

[1] مؤطا امام مالک : ۲/ ۵۲۹.

[2] مؤطا امام مالک : ۲/ ۵٤۸.

نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے عرض کیا آپ نے فرمایا اے رافع دونوں میں انصاف کرو ورنہ ایک کو جدا کر دو۔ حضرت رافع نے اس کے بعد بنت محمد بن سلمہ سے کہا کہ اگر تم اسی حالت پر رہنا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے اور اگر جدائی چاہتی ہو تو میں تمہیں جدا کرتا ہوں۔ اس پر آیت:

﴿ و ان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا ﴾

نازل ہوئی۔ چنانچہ یہ راضی ہو گئیں اور اس حالت پر رہنے لگیں۔

رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کا حکم

بخاری میں منقول[1] ہے حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ابوسفیان کی بیٹی کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیا کروں۔ میں نے کہا کہ نکاح کر لیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نکاح نہیں چاہتی ہو میں نے کہا کہ میری بہن زیادہ اچھی ہے کہ آپ ﷺ سے نکاح کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ نے درہ کو پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ام سلمہ کی لڑکی کے بارے میں کہتی ہو۔ میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا اگر وہ میری ربیبہ نہ بھی ہوتی تو بھی میں اس سے نکاح نہ کرتا کیونکہ وہ میری رضائی بھتیجی ہے اور میرے لیے حرام ہے۔ مجھے اور اس کے والد ابوسلمہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا تم ان کی بیٹیاں اور بہنیں پیش نہ کرو۔

عروہ کہتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا اس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو کسی خاندان والے کو بری حالت میں خواب میں نظر آیا اس نے پوچھا کیا معاملہ ہوا۔ کہنے لگا کہ صرف ثوبیہ کو

[1] بخاری (فتح الباری): ۹/ ۵۱۶.

آزاد کرنے کا بدلہ ملا ہے۔

یہ حدیث میں نے عقبہ سے سنی ہے۔ لیکن عبید کی حدیث زیادہ یاد ہے۔ کہ ایک شخص کہنے لگا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ رنگ کی عورت ہمارے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور سارے واقعہ کی اطلاع دی اور کہا کہ وہ جھوٹی ہے۔

آپ نے منہ پھیر لیا میں دوسری جانب سے آیا اور کہا کہ وہ جھوٹی ہے آپؐ نے فرمایا: کیسے جھوٹی ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا خیال ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے لہٰذا تم اس عورت کو اپنے سے الگ کر دو۔

کتاب المدونہ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

اور جب آپ کو اس کی رضاعت کی خبر دی گئی تو آپؐ نے فرمایا کیسے ہو سکتا ہے اب تو بات کہی جا چکی ہے۔ بخاری میں بھی یونہی روایت ہے۔[1]

چنانچہ اس صحابی نے اس عورت کو جدا کر دیا اور اس عورت نے دوسرے شخص سے شادی کر لی۔

[1] بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۲۵۱۔

کتاب الطلاق

حائضہ کی طلاق کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

موطا' بخاری' مسلم اور نسائی میں منقول[1] ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا' آپؐ نے فرمایا: اس سے کہو کہ رجوع کر لے اور اپنے پاس رکھ لے حتی کہ وہ پاک ہو جائے اور پھر دوبارہ حیض آئے اور پھر دوبارہ پاک ہو جائے اب چاہے تو رکھ لے ورنہ طلاق دے دے لیکن یہ کام صحبت سے پہلے پہلے ہو' یہ وہ عدت ہے جو اللہ نے مطلقہ عورت کی مقرر کی ہے۔

اس حدیث کو زہری نے محمد بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے۔ زید بن اسلم اور ابن سیرین نے بھی ابن عمر سے روایت کی ہے۔ ابوالزبیر نے حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ اور ابووائل نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ یہ حضرات نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اس کو کہو کہ رجوع کر لے اور پاکی تک گھر رکھے۔ پھر چاہے تو طلاق دے اور اگر چاہے تو روک لے۔ انہوں نے دوبارہ حیض اور پاکی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن جن روایات میں دوبارہ حیض و پاکی کا ذکر ہے وہ راوی ثقہ ہیں اس لیے ان کی روایت قابل قبول ہے، اور انہی کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۸/ ۶۵۳. مسلم : ۲/ ۱۰۹۳.
موطا امام مالک : ۲/ ۵۷۶. سنن نسائی : ۶/ ۵۲۲.

فقہی مسائل:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل سمجھ میں آتے ہیں:

① رجوع وطی کے ساتھ ہی صحیح نہیں ہوتا ہے بلکہ جب وطی کر چکے تو اس طہر و پاکی میں طلاق دینا اب جائز نہیں ہے۔

② اور اگر حیض کے اختتام پر جس حیض میں طلاق دی تھی دوبارہ طلاق کا حکم دیا تو گویا اس کا انتظار طلاق ہی کے لیے ہوگا اور یہ نکاح موجل کے مشابہ ہو جائے گا۔

قاسم بن اصبغ ابراہیم بن عبدالرحیم سے وہ یعلی بن عبدالرحمٰن سے وہ عبدالحمید سے وہ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی۔ آپؐ نے ان کو رجوع کا حکم دیا حتی کہ جب پاک ہو جائے تو اس سے صحبت کر لے پھر جب دوبارہ پاک ہو تو اب چاہے طلاق دے یا روک لے۔

مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج ابوالزبیر سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ آپؐ نے میری بیوی کو واپس کر دیا اور کوئی چیز بھی نہ دیکھی۔[1]

ان روایات کو دیکھتے ہوئے بعض اہل ظواہر نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ حالت حیض میں صرف تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں ایک طلاق واقع نہیں ہوتی ہے یا پھر تیسری طلاق ہو تو واقع ہوتی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ایک طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ آپؐ نے ابن عمر کو رجوع کا حکم دیا تھا اور رجوع ایک طلاق میں ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے یہ بھی مروی ہے اگر کسی نے طلاق بدعت دی تو ہم اس بدعت کو لازم کر دیں گے یعنی برقرار ہوگی۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ٣٠٩.

امام شافعی ابن عمر کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عدت حیض اور طہر ہے امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ یہ روایت منقول ہے' علامہ شعیب بن زریق فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء الخراسانی نے حسن بصری انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حالت حیض میں طلاق دی اور پھر دو طہروں میں دو طلاقیں دینے کا ارادہ کیا آپ ﷺ کو ان کا ارادہ معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اے ابن عمر رضی اللہ عنہما اللہ نے اس طرح حکم نہیں دیا ہے۔ تم نے سنت کو چھوڑا ہے۔ سنت یہ ہے کہ تم طہر کا انتظار کرتے اور پھر حیض سے پہلے طلاق دیتے۔ چنانچہ آپ نے مجھے رجوع کا حکم دیا میں نے رجوع کر لیا۔ پھر آپ نے فرمایا: جب پاک ہو جائے تو تب چاہے طلاق دے دو یا اپنے پاس ہی رکھ لو۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ اگر میں تین طلاقیں دوں تو کیا تب بھی رجوع کا حق حاصل ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے۔ اب وہ بائنہ ہو چکی ہے۔ اور ایسا کرنا گناہ ہے۔

اہل علم نے شعیب بن زریق کو ضعیف قرار دیا ہے۔

سنن نسائی میں محمد بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا اس سے رجوع کرو اور پھر حالت طہر یا حالت حمل میں طلاق دو۔

امام نسائی کہتے ہیں کہ اس روایت میں حالت حمل کے الفاظ میں محمد بن عبدالرحمٰن کی کسی نے بھی متابعت نہیں کی ہے۔ البتہ محمد بن عبدالرحمٰن پر کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد میں[1] ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق مغلظہ دی۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا ارادہ صرف ایک طلاق کا تھا۔ حضرت رکانہ نے بھی کہا خدا کی قسم صرف ایک کا

---

[1] سنن ابی داؤد : ۲/ ٦٥٥۔

ارادہ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو واپس کر دیا۔

عبداللہ بن ولید ابراہیم سے وہ داؤد سے اور وہ حضرت عبادۃ بن الصامت سے نقل کرتے ہیں۔ کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے دادا کو خدا کا خوف نہیں ہے۔ لہٰذا تین طلاقیں تو واقع ہو چکیں۔ اور باقی ۹۹۷ ظلم و سرکشی ہے۔ اللہ چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

خلع میں آپ کا فیصلہ

مؤطا و بخاری میں منقول ہے کہ حضرت حبیبہ بنت سہل حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھیں۔ ایک صبح آپؐ نماز کے لیے نکلے تو دروازہ کے پاس حبیبہ بنت سہل کو تاریکی میں کھڑے پایا۔ آپؐ نے پوچھا کون ہو۔ جواب دیا کہ حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا بات ہے۔ کہنے لگی کہ میں اور ثابت بن قیس اکٹھے نہیں رہ سکتے ہیں۔ جب حضرت ثابت بن قیس تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حبیبہ بنت سہل کچھ کہہ رہی ہے۔ حضرت حبیبہ کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی انہوں نے مجھے دیا ہے وہ میرے پاس ہے۔ آپؐ نے حضرت ثابت سے کہا کہ وہ مال تم لے لو۔ چنانچہ انہوں نے مال لے لیا اور یہ اپنے خاندان والوں کے ہاں چلی گئیں۔ حدیث کے یہ الفاظ مؤطا و نسائی کے ہیں۔[1]

امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی نے کہا کہ مجھے اس کے دین اور اخلاق میں کسی قسم کا عیب نظر نہیں آتا ہے البتہ میں زمانہ جاہلیت میں ہی اسے ناپسند کرتی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کیا اس کا باغ واپس کرتی ہو۔ جواب دیا جی ہاں۔

---

[1] سنن نسائی: ۶/ ۴۸۰، مؤطا امام مالک: ۳/ ۵۶۴۔

آپؐ نے فرمایا باغ لے لو اور ایک طلاق دے دو۔[1]

پہلی حدیث میں جو الفاظ ہیں کہ اپنے خاندان والوں کے ہاں چلی گئیں یہ محدث کے الفاظ ہیں۔ اور اس بات کا احتمال ہے کہ خلع سے پہلے وہیں قیام پذیر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اب گئی ہو اور شوہر کے گھر میں تنگی و پریشانی کے خوف سے عدت نہ گزاری ہو۔

کتاب ابن المنذر میں منقول ہے کہ آپؐ نے اس کو ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان بن عفان' حضرت ابن عمر اور ابن المنذر اس کے قائل ہیں۔ اور اکثر حضرات کے ہاں عدت تین حیض ہی ہے۔

مصنف ابن سکن میں منقول ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس نے اپنی عورت کی پٹائی کی اور ہاتھ توڑ ڈالا وہ حبیبہ بنت عبداللہ بن ابی تھیں۔ چنانچہ ان کے بھائی نے آپؐ سے اس معاملہ کی شکایت کی آپؐ نے اس کو حضرت ثابت کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا۔ کہ اپنا مہر واپس لے لو اور اس کو جدا کر دو۔ حضرت ثابت نے کہا ٹھیک ہے۔ آپؐ نے حضرت حبیبہ کو ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا اور اپنے خاندان کے پاس جانے کی اجازت دی۔

غلام شوہر کی آزاد بیوی کا حکم

مؤطا' بخاری' مسلم اور سنن نسائی[2] میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ بریرہ کی تین خصوصیات تھیں۔ ایک یہ تھی کہ جب وہ آزاد ہوئیں تو آپ نے اس کو شوہر کے ساتھ رہنے نہ رہنے کا اختیار دیا۔ اور آپؐ نے فرمایا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۹/ ۳۹۵.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۹/ ٤٠٤. مسلم : ۲/ ۱۱٤٤.

سنن نسائی: ٦/ ٤٧٤. موطا امام مالك : ۲/ ٥٦٢.

ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ اور آپؐ حضرت بریرہ کے گھر گئے تو ہنڈیا میں گوشت پک رہا تھا۔ آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: کہ گوشت والی ہنڈیا نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ہے لیکن بات یہ ہے کہ وہ بریرہ کو کسی نے صدقہ دیا ہے۔ اور آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

بخاری و مسلم اور نسائی میں منقول ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر مغیث حبشی غلام تھے۔ لیکن انہی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ وہ آزاد تھے۔[1]

حضرت عروۃ کہتے ہیں[2] کہ اگر آزاد ہوتے تو آپ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اختیار کیوں دیتے۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ وہ غلام تھے۔

شوہر کا طلاق پر انکار اور عورت کا اس بات پر گواہ قائم کرنا

احمد بن خالد، ابن ابی وضاح سے وہ ابن ابی مریم سے، وہ عمرو بن ابی سلمہ سے وہ زہیر بن سلمہ سے وہ ابن جریج سے اور وہ عمرو بن شعیب وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا[3] اگر کوئی عورت طلاق کا دعویٰ کرے اور اس طلاق پر ایک عادل گواہ بھی لے آئے تو شوہر سے قسم لی جائے گی اگر شوہر طلاق نہ دینے کی قسم اٹھائے تو عورت کا دعویٰ اور گواہ باطل ہو جائیں گے اور اگر شوہر نے قسم سے انکار کر دیا تو اس کا انکار دوسرے گواہ کے قائم مقام ہوگا اور طلاق واقع ہو

[1] بخاری (فتح الباری) : ٩/ ٤٠٧. مسلم : ٢/ ١١٤٤. سنن نسائی: ٦/ ٤٧٧.

[2] مسلم : ٢/ ١١٤٣.

[3] سنن ابن ماجه : ١/ ٦٥٧.

جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کا اپنی ازواج کو اختیار دینا

کتاب المدونہ وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول [1] ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آپؐ نے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا میں تم سے ایک بات کرتا ہوں تم اس معاملہ میں جلدی نہ کرنا حتی کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔ اور یہ بات یقینی تھی کہ میرے والدین کبھی بھی آپ کو چھوڑنے کا مشورہ نہ دیتے۔ پھر آپ نے آیت:

﴿ یاایھا النبی قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدنيا ...... الخ ﴾

تلاوت فرمائی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں تو صرف اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر تمام ازواج مطہرات نے باری باری یہی بات کہی اور کسی کو بھی طلاق نہ ہوئی۔

ربیعہ اور ابن شہاب فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور چلی گئی۔ اس کو طلاق مغلظہ حاصل ہوگئی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ یہ خاتون فاطمہ بادیہ تھی۔

عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ یہ ضحاک العامری کی بیٹی تھی جو اپنے خاندان کے ہاں چلی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس سے صحبت نہیں کی تھی۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس سے شب گزاری کی تھی اور اس کا نام فاطمہ تھا۔ بعد میں یہ مینگنیاں اٹھاتی تھی اور کہتی تھی کہ میں بد بخت ہوں۔

اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ اگر عورت کو اختیار ملے اور وہ شوہر کو اختیار

---

[1] بخاری (فتح الباری): ۸/ ۵۲۰. مسلم: ۲/ ۱۱۱۳.

کرلے تو طلاق نہیں ہوتی ہے البتہ اگر طلاق اختیار کرے تو ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب، زید بن ثابت، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ سے یہی منقول ہے۔

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو روایات منقول ہیں ایک تو انہی کے مطابق ہے دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ شوہر کو اختیار کرلے تو ایک طلاق ہے اور اگر شوہر کو چھوڑ دے تو طلاق مغلظہ ہے۔ علامہ عبدالرزاق نے ان سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ اگر شوہر کو چھوڑ دے تو ایک طلاق بائن ہے اور اگر شوہر کو اختیار کرلے تو ایک طلاق رجعی ہے۔

ابن سلام اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ اور علامہ عبدالرزاق[1] حضرت حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا تھا طلاق کا اختیار نہیں دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کا اپنی قسم کے بارے فیصلہ

علامہ زجاج اور نحاس لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں آپؐ نے شہد کھا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے باہم مشورہ کیا کہ جب ہمارے پاس تشریف لائیں تو ہم ان سے کہیں گی کہ ہمیں مغافیر کی بدبو آرہی ہے۔

دیگر کتابوں میں منقول ہے کہ آپؐ منہ کی بدبو کو ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ جب گھر تشریف لائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے بھی یہی الفاظ کہے: آپؐ نے فرمایا جو ہوا سو ہوا اب آئندہ اس کا اعادہ نہیں کروں گا۔ ابن النحاس اور الزجاج فرماتے ہیں آپؐ نے اس کو حرام کرلیا۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۷/ ۱۱.

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس معاملہ میں قسم اٹھالی۔

ابن النحاس نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری پر حضرت ماریہ قبطیہ کے ہاں چلے گئے۔ابن نحاس کہتے ہیں کہ یہ معاملہ حضرت حفصہ کے گھر پیش آیا۔حضرت حفصہؓ دروازہ پر کھڑی تھیں اور دروازہ بند تھا چنانچہ یہ دروازہ کھلنے تک وہیں بیٹھ گئیں جب دروازہ کھلا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے مجھے حقیر بنا دیا ہے' بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کی بیوی میں مجھ سے نرم وکمتر کوئی نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ اس معاملہ کی عائشہ کو خبر نہ دینا۔اور فرمایا کہ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا اور ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ آپؐ نے قسم اٹھالی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا اور ان کو چھپانے کی تاکید کی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس کی خبر دی اور آیات نازل کیں:

﴿ و اذاسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا ۔۔ الخ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے:

﴿ یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللّٰه لك ﴾ الخ

میں نبی کو حلال کو حرام کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ تحریم نہیں ہے جو آپؐ نے کی ہے۔اور پہلی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حلال چیز کو حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوتی ہے۔لہٰذا خلاصہ یہ نکلا ہے کہ کوئی بھی حرام کردہ اشیاء کو حلال اور حلال اشیاء کو حرام نہیں کرسکتا ہے۔

اور ارشادِ ربانی:

﴿ وقد فرض اللّٰه لکم تحلة ایمانکم ﴾

میں قسم کے کفارہ کا بیان ہے۔اس لیے کہ آپؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے قسم بھی

اٹھائی تھی۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ کفارہ تحریم کا تھا قسم کا نہیں تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حرام قسم ہے۔ حضرت حسن بصری اور ابراہیم کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ان کے قریب نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی۔ کفارہ کی آیت قسم کے لیے نازل ہوئی اور آپ کو حکم دیا گیا کہ حلال کو حرام نہ کریں۔ امام شافعی سے بھی یہی منقول ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ باندی کی تحریم قسم ہے اور آزاد عورت کی تحریم طلاق ہے۔

حضرت فراء فرماتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ لیکن یہ باندی کا مسئلہ ہے۔

اور اگر کوئی آزاد عورت کو کہے کہ تم حرام ہو تو امام مالک کے ہاں تین طلاقیں ہو جاتی ہیں جبکہ اس عورت سے صحبت کی ہو۔

اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اگر طلاق کی نیت کرے تو طلاق بائنہ ہو گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک طلاق رجعی ہو گی اور اگر قسم کا ارادہ ہو تو قسم ہو گی۔

دوسرے شوہر کے فوت ہونے یا طلاق دینے کے بعد پہلے کا دوبارہ نکاح کرنا

مصنف عبدالرزاق [1] میں امام مالک و سفیان بن عیینہ زہری سے اور وہ سعید بن المسیب، حمید بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، سلیمان بن یسار کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے ایک یا دو طلاقیں

[1] مصنف عبدالرزاق : ٦/ ٣٥١. مؤطا امام مالک : ٢/ ٥٨٦.

دیں پھر اس کو چھوڑ دیا اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا وہ دوسرا شوہر مر گیا یا اس نے طلاق دے دی۔ پھر پہلے شوہر نے دوبارہ نکاح کر لیا تو اس کو صرف باقی طلاق کا حق ہوگا۔

حضرت علی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں۔ عمران ابن الحصین اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں۔ علامہ عبداللہ بن مبارک عثمان بن مقسم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب نے اپنی قوم کے کسی شخص کے واسطے سے نقل کیا کہ آپ ؐ کے صحابی نے یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ امام مالک کا یہی مسلک ہے۔

علامہ عبدالرزاق نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور شریح نے فرمایا کہ نکاح جدید ہے تو طلاق کا حق بھی جدید ہے۔[1]

حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود اور عطاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔[2]

پرورش کے بارے آپ کا فیصلہ

مصنف عبدالرزاق[3] میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور بچہ بھی لینا چاہا۔ وہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگی: یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کی محفوظ جگہ تھی میرے پستان اس کی پیاس کی جگہ تھی۔ میری رانیں اس کا بستر اور تکیہ تھیں۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دی ہے اور اسے بھی چھیننا چاہتا ہے آپ ؐ نے فرمایا: جب تک تم دوسری شادی نہ کرو تب تک تم زیادہ حق دار ہو۔

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ٣٥٣.

[2] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ٣٥٤.

[3] مصنف عبدالرزاق: ٧/ ١٥٣.

مصنف عبدالرزاق[1] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک ماں اور باپ بیٹے کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے۔ اس عورت نے آپ ؐ سے کہا: یہ میرا شوہر میرے بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس نے مجھے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی پلایا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا:

اے لڑکے یہ تیرا باپ اور یہ تیری ماں ہے۔ جس کا چاہے ہاتھ تھام لے۔ اس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا اور وہ اس کو لے کر چل پڑی۔

بخاری و مسلم میں منقول[2] ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے عمرۃ قضاء کیا اور اہل مکہ کی مقرر کردہ مدت پوری ہو گئی تو اہل مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ اپنے ساتھی سے کہو کہ یہاں سے چلا جائے۔

آپ ؐ وہاں سے نکلے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی بھی پیچھے آئی اور پکارنے لگی اے چچا! اے چچا!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اٹھا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اپنے چچا کی بیٹی کو پکڑ لو۔

چنانچہ حضرت علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم میں اس بچی کے معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ کہنے لگے کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہنے لگے میری بھتیجی ہے۔ آپ ؐ نے خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور دوسرے سے کہا تم میرے اخلاق اور صورت میں مشابہ ہو۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا تم ہمارے بھائی اور سردار ہو۔

[1] مصنف عبدالرزاق : ۷/ ۱۵۷.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۷/ ۴۹۹.

ظہار کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

علامہ زجاج معانی القرآن میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ انصاری آپؐ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ اوس بن صامت نے جب مجھ سے نکاح کیا تو میں جوان اور پرکشش تھی اور جب میری عمر بڑھ گئی اور بچے زیادہ ہو گئے تو اس نے مجھے اپنی ماں کی طرح بنا دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیرے معاملے میں کوئی حکم نہیں ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اور حاجت بیان کی۔

یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے آپؐ سے فرمایا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں ان کو اپنے ساتھ لاؤں تو بھوکے مر جائیں۔ چنانچہ اللہ نے کفارہ ظہار کا حکم نازل کیا۔ علامہ المفصل نقل کرتے ہیں[1] کہ آپؐ نے حضرت اوس سے دریافت کیا کہ کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو۔ جواب دیا نہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو۔ جواب دیا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو۔ جواب دیا خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ پندرہ صاع آپؐ نے اور پندرہ صاع ایک اور شخص نے دیئے تو انہوں نے ساٹھ مسکینوں کو نصف نصف صاع دیا۔

ایک اور حدیث میں[2] ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ تھیلا لاؤ جس میں ساٹھ مُد کھجوریں ہیں۔ وہ لے کر آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو دے دو۔ حضرت اوس کہنے لگے آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اس تھیلے کا ہم سے زیادہ حقدار کوئی نہیں ہیں۔ آپؐ ہنسے اور فرمایا کہ خود کھاؤ اور اپنے

---

[1] سنن ابی داؤد : ۲/ ٦٦٢.

[2] سنن ابی داؤد : ۲/ ٦٦٥.

اہل کو کھلاؤ۔ کتاب المدونہ میں ہے کہ وہ کھانا ''جو'' کا تھا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ظہار کا کھانا ایک مد ہے جو کہ ہشام کا مقرر کردہ ہے۔ اور وہ نبی کریم کے مد سے تین گنا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر مسکین کے لیے ایک مد ہے۔ گندم کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ گندم اور آٹے کا آدھا صاع۔ کھجور اور جو کا مکمل صاع ہے۔ امام شافعی کی دلیل آخری حدیث ہے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل پہلی حدیث ہے۔

اس طرح غلام آزاد کرنے میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ صرف مؤمن غلام کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو گا۔ جبکہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عیسائی اور یہودی غلام کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

لعان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

مؤطاء بخاری اور نسائی میں[1] ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی نے خبر دی کہ حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی الانصاری کے پاس آئے اور کہنے لگے: کہ تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے کیا وہ اس کو قتل کر دے اور تم اس کو قتل کر دو یا پھر کیا کرے۔ اے عاصم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھنا۔ حضرت عاصم انصاری نے آپؐ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا حضرت عاصم نے اس کو بھانپ لیا جب یہ واپس آئے تو حضرت عویمر عجلانی نے پوچھا اے عاصم آپؐ نے

---

[1] بخاری (فتح الباری): ۹/ ٤٤٦. سنن نسائی: ٦/ ٤٨٢.

مؤطا امام مالک: ۲/ ٥٦٦.

کیا ارشاد فرمایا۔ حضرت عاصم کہنے لگے کہ اچھی خبر نہیں ہے آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ حضرت عویمر کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں یہ مسئلہ ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ یہ آپ کی مجلس میں آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال جو اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے۔ آیا وہ اس کو قتل کر دے اور آپؐ اس کو قتل کر دیں یا پھر کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں حکم نازل ہو چکا ہے۔

بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ نے تمہارا اور تمہاری بیوی کا فیصلہ کر دیا ہے جاؤ اس کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ پھر دونوں نے لعان کیا۔ بخاری کہتے ہیں کہ یہ لعان مسجد میں ہوا۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ میں وہیں تھا۔ جب لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر کہنے لگے۔ یا رسول اللہ اگر میں اب اس کو اپنے پاس رکھتا ہوں تو میں جھوٹا بنتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کے حکم سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں۔

امام مالک زہری سے نقل کرتے ہیں کہ یہ لعان کرنے والوں کا طریقہ بن گیا تھا۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ اس عورت کا بیٹا تھا جو کہ اس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پھر میراث میں یہ حکم ہوا کہ وہ اس کا وارث ہے اور یہ اس کی وارث ہے۔

حضرت سہل آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر اس عورت نے سرخ رنگ کا بدصورت چھپکلی کی طرح کا بچہ جنا تو میرا خیال ہے کہ یہ سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر سیاہ رنگ کا بڑی آنکھوں والا پیدا ہوا تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔ چنانچہ بدصورت بچہ پیدا ہوا۔[1]

بخاری میں ابن عمر نقل کرتے ہیں[2] کہ آپؐ نے فرمایا تمہارا معاملہ خدا کے

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۹/ ۴۵۲.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۹/ ۴۹۵.

سپرد ہے تم میں سے ایک تو جھوٹا ہے یا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے۔ آپؐ نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا اور پھر دونوں میں تفریق کر دی۔

کتاب المستخرجہ میں اصبغ نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے لعان سے پہلے مرد سے کہا کہ اپنے قول کو واپس لے لو تمہیں کوڑے لگ جائیں گے اللہ سے توبہ کر لو خدا معاف کر دے گا۔ اس نے کہا خدا کی قسم نہیں۔ آپؐ نے یہ کلمات اس کو چار مرتبہ کہے' پھر عورت سے کہا: اے فلانہ اللہ سے ڈر اور اپنے گناہ کا اقرار کر لے اللہ تجھ پر رحم کرے گا یا اللہ سے توبہ کر لے اللہ توبہ قبول کر لے گا۔ اس عورت نے کہا خدا کی قسم نہیں۔ آپؐ نے اس کو بھی چار مرتبہ یہ کلمات کہے۔ پھر قرآن نازل ہوا:

﴿ والذین یرمون ازواجھم و لم یکن...... الخ ﴾

آپؐ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور گواہی دو۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ کیا کہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یوں کہو' میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ اور چار مرتبہ کہو۔ جب چار مرتبہ کہہ چکے تو آپؐ نے فرمایا پانچویں مرتبہ کہو پوچھا کیا کہوں۔ آپؐ نے فرمایا یوں کہو' اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر آپؐ نے عورت سے کہا کہ تم کہو کہ میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور چار مرتبہ کہو' پھر پانچویں مرتبہ کہو اس نے پوچھا کیا کہوں۔ آپؐ نے فرمایا یوں کہو' اگر یہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ چنانچہ اس نے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ میں نے تم دونوں میں علیحدگی کر دی ہے اور کسی ایک کے لیے جہنم ہو گی اور بچہ عورت کا ہو گا۔

سنن ابی داؤد میں[1] ہے کہ جب عورت نے چار مرتبہ لعان کہا تو اس سے کہا گیا کہ اللہ سے ڈر یہ تجھ پر عذاب کا موجب بن سکتا ہے۔ وہ تھوڑی دیر ٹھہری پھر کہنے لگی خدا کی قسم میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی پھر اس نے پانچویں مرتبہ بھی

[1] سنن ابی داؤد : ۲/ ۶۸۸۔

گواہی دے دی۔ آپ نے ان کے درمیان تفریق ڈال دی اور آپ نے فیصلہ کیا کہ بچے کو باپ کے نام سے نہ پکارا جائے اور جو شخص اس عورت یا اس کے بچے کو الزام دے تو اس پر حد نافذ ہوگی۔ اور آپؐ نے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ اس عورت کو شوہر گھر فراہم نہیں کرے گا اور نہ ہی نفقہ دے گا۔ کیونکہ ان کے درمیان بغیر طلاق کے جدائی ہے اور نہ ہی شوہر کے فوت ہونے سے جدائی ہوئی ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا: اگر بچہ سپید و سرخ' چھوٹی سرین' چوڑی کمر' باریک پنڈلیوں والا ہوا تو یہ ہلال بن امیہ کا ہوگا اور اگر گندی رنگ کا' چھوٹے بالوں والا' اونٹ کی طرح لمبا' بڑی پنڈلیوں والا اور بڑی سرین والا ہوا تو یہ اس شوہر کا ہوگا۔ چنانچہ وہ مکروہ شکل والا پیدا ہوا۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ بعد میں یہ لڑکا مصر کا امیر بنا' لیکن اس کو باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ بخاری میں[1] ہے کہ حضرت عاصم بن عدی نے بھی اپنی بیوی سے لعان کیا اور کہا کہ میں اس معاملہ سے آزمائش میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ اس کلام سے جو کہ میں نے کیا ہے۔ دیگر کتابوں میں منقول ہے کہ سہل بن ساعد اس واقعہ کے وقت پندرہ سال کے تھے۔ اس کے بعد ۸۵ سال زندہ رہے اور سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ مدینہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک مدینہ میں لعان نہیں ہوا۔

[1] بخاری (فتح الباری) : ۹/ ٤٥٠.

کتاب البیوع

بیع سلم اور سود کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

بخاری و مسلم[1] میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ میں رواج تھا کہ کھجور کے خوشوں کی دو یا تین سال کی مدت تک بیع کر لیتے تھے۔ علامہ اصیلی لکھتے ہیں کہ آپؐ نے ان کو منع کر دیا۔

سنن ابی داؤد میں[2] ہے کہ ایک شخص نے اس طرح کھجور کے خوشوں کی بیع کی لیکن اس سال پھل پیدا نہ ہوا دونوں آپؐ کے پاس جھگڑا لے کر گئے آپؐ نے فرمایا: تم کیسے اس کا مال حلال کرتے ہو۔ اس کا مال واپس کر دو۔ پھر فرمایا کہ جب پھل ظاہر نہ ہو تب تک سودا نہ کیا کرو۔

بخاری و مسلم میں یہ بھی منقول ہے آپؐ نے فرمایا: جو شخص بیع سلم کرے تو وہ وزن' مقدار اور مدت کا تعین کر لے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں[3] کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کی عادت تھی کہ جب اندازہ سے کھانا خریدنے کا ارادہ ہوتا تو اپنی جگہ پر بیٹھ کر ہی سودا کر لیتے حتی کہ کجاوہ میں بیٹھ کر ہی معاملہ کر لیتے۔

مؤطا و بخاری میں[4] ہے کہ آپؐ نے خیبر میں اپنا عامل بھیجا اور وہی ارشاد

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٤٢٨. مسلم : ٣/ ١٢٢٦.

[2] سنن ابی داؤد : ٣/ ٧٤٤.

[3] بخاری (فتح الباری) ٤/ ٣٤٧.

[4] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٩٩. مؤطا امام مالک : ٢/ ٦٢٣

فرمایا: وہ کہنے لگا نہیں یا رسول اللہ' بلکہ ہم یہ ایک صاع دو صاع کے بدلہ لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ بلکہ تمام کھجوروں کو دراہم کے بدلہ فروخت کرو اور پھر دراہم سے اچھی والی کھجوریں خرید لیا کرو۔

امام مسلم نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا یہ تو بالکل سود ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ سود ہے اسے واپس کر دو پھر کھجوریں فروخت کر دو اور اس رقم سے اور خرید لو[1]

مؤطا میں[2] یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو مال غنیمت کے سونے اور چاندی کے برتن فروخت کرنے کو کہا' انہوں نے تین کو چار کے بدلہ میں اور چار کو تین کے بدلہ میں فروخت کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے سود کا معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے معاملہ ختم کر دیا۔

کتاب مسلم میں منقول[3] ہے کہ آپؐ کے پاس یوم خیبر کو ایک قلادہ لایا گیا جس پر موتی اور سونے کا کام تھا اور یہ بیچنے کے لیے تھا۔ آپؐ نے سونا اتارنے کا حکم دیا پھر فرمایا سونے کی فروخت سونے کے بدلہ برابر وزن میں ہوگی۔

سنن ابی داؤد میں[4] ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب تک سونا جدا نہیں ہوتا اس کی فروخت نہیں ہوگی۔

مؤطا و بخاری میں[5] ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کھجور کی

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۲۱۵.

[2] مؤطا امام مالك: ۲/ ٦۳۲.

[3] مسلم: ۳/ ۱۲۱۳.

[4] سنن ابی داؤد: ۳/ ٦٤۹.

[5] بخاری (فتح الباری): ٤/ ٤۰۱. مؤطا امام مالك: ۲/ ٦۱۷.

فروخت کی اور اس کا پھل ظاہر ہو چکا ہے تو وہ پھل فروخت کرنے والے کا ہے البتہ اگر خریدنے والا اس پھل کی شرط لگائے تو پھر اس کا ہے۔ اور اگر کسی نے غلام فروخت کیا اور اس کے پاس مال بھی ہے تو مال فروخت کرنے والے کا ہے البتہ اگر خریدار شرط لگائے تو پھر خریدار کا ہے۔

علامہ اصیلی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھجور کا درخت خریدا اور فروخت کرنے والے نے پھل اتار لیا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھل تو اس کا ہے جس نے اس کی کانٹ چھانٹ کی ہے البتہ اگر خریدار شرط لگائے تو پھر اس کا ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک اونٹ خریدا اور چار دن کے خیار کی شرط لگائی آپؐ نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ خیار تین دن تک ہے۔ ہشام بن یوسف اور امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔ علامہ اصیلی لکھتے ہیں کہ امام شافعی وابوحنیفہ نے فرمایا کہ تین دن سے زیادہ خیار نہیں ہے۔

لیکن امام ابویوسف اور امام محمد بن الحسن امام مالک کے ہمنوا ہیں کہ خیار کا اطلاق عرف عام پر ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ دور دراز کی بستی سے اونٹ خریدنا یا ہزاروں اونٹ اکٹھے خریدنا ایک اونٹ خریدنے کے برابر نہیں ہے۔ اس میں زیادہ دن چاہئیں۔

ابو برزۃ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا بائع اور مشتری کو جدا ہونے تک خیار ہے۔

مؤطا و بخاری میں منقول[1] ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بائع ومشتری کو جدا ہونے تک خیار ہے۔ البتہ بائع کو پھر بھی اختیار ہے۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٢٨. موطا امام مالك : ٢/ ٦٧١.

ابن حبیب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث آپؐ کے اس قول سے منسوخ ہے:
جب بائع ومشتری میں اختلاف ہو جائے تو پھر بائع کا قول معتبر ہوگا یا دونوں معاملہ ختم کر دیں گے۔[1]

کتاب المدونہ میں ہے: جب بائع ومشتری میں اختلاف ہو جائے تو بائع سے قسم لی جائے گی پھر مشتری کو اختیار دیا جائے گا چاہے تو چیز لے اور چاہے تو ترک کر دے۔
اشہب کہتے ہیں کہ اس حدیث پر عمل نہیں ہے جس میں یہ ہے کہ بائع و مشتری کو اختیار ہے جب تک کہ جدا نہ ہوں۔

یہ بھی مروی ہے کہ یہ حدیث آپؐ کے اس قول سے منسوخ ہے کہ مسلمان کی شرط کا اعتبار ہے۔[2] اور آپ کا فرمان: جب بائع ومشتری کا اختلاف ہو تو بائع سے قسم لی جائے گی۔ اس فرمان سے بھی یہ حدیث منسوخ ہے۔ امام مالک نے اس کو مرسل نقل کیا ہے۔

حضرت سفیان ثوری معن بن عبدالرحمٰن سے وہ قاسم بن ابوبکر الصدیق سے وہ ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تر کھجوروں کے بدلہ خشک کھجوروں کی بیع کا مسئلہ دریافت کیا گیا آپؐ نے فرمایا: کیا تر کھجور خشک ہونے پر وزن میں کم ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ نے جواب دیا جی ہاں آپؐ نے بیع سے منع فرما دیا۔[3]

فقہی مسئلہ:

ابوعمرو الاشبیلی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ معاملہ کی گہرائی جاننے کے لیے اس معاملہ یا کام کے ماہرین سے پوچھا جائے گا اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ تر کھجور خشک ہونے سے وزن میں کم ہو جاتی ہے آپؐ نے پھر

---

[1] مؤطا امام مالك: ٢/ ٦٧١۔

[2] سنن ترمذی: ٣/ ٦٣٤۔

[3] مؤطا امام مالك: ٢/ ٦٢٤۔

بھی اہل معرفت سے دریافت کیا۔ (تجارتی قافلہ سے شہر سے باہر مل لینا اور دودھ روک کر بیع کرنا)۔

ابن سکن نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: کوئی بھی دوسرے کے سودے پر سودا بازی نہ کرے البتہ مال غنیمت اور میراث میں ہوسکتا ہے۔

امام بخاری نے ترجمہ الباب قائم کیا ہے[1] قافلہ سے ملنا ممنوع ہے اور اس کی بیع مردود ہے۔ اس لیے کہ ملنے والا گناہ گار اور نافرمان ہے۔ جبکہ اس کو علم بھی ہے اور یہ بیع میں دھوکہ ہے۔ اور دھوکہ ناجائز ہے۔

مؤطا' بخاری و مسلم میں منقول[2] ہے کہ آپؐ نے فرمایا باہر سے آنے والے تجارتی قافلے کو شہر سے باہر نہ ملو۔ اور ایک دوسرے کے سودے پر سودا بازی نہ کرو۔ اپنے مالک کی بے جا تعریف نہ کرو۔ شہری شخص دیہاتی سے بیع نہ کرے۔ اور اونٹ و بکری کے دودھ کو اس کے تھنوں میں نہ روکو اگر اس کے بعد بھی کوئی اس کو خرید لے تو اس کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا اور ایک صاع کھجور بھی دے گا۔

بخاری و مسلم میں[3] ہے کہ اگر وہ اس کو خرید لے تو اس کو تین دن تک خیار حاصل ہے چاہے تو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صاع کھجور بھی دے گندم نہ دے۔

کتاب النسائی میں منقول[4] ہے آپؐ نے فرمایا کہ قافلے کے سامنے کو نہ دیکھو جس نے باہر سے آنے والے قافلے سے باہر ہی سامان خرید لیا تو فروخت والے کو بازار میں آکر خیار حاصل ہوگا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٧٣.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٦١. مسلم : ٣/ ١١٥٥..

[3] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٦١. مسلم : ٣/ ١١٥٨.

[4] سنن نسائی : ٧/ ٢٩٥.

کتاب النسائی میں❶ یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے فیصلہ کیا کہ کام کا تاوان دینا پڑے گا۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غلہ لانے کا تاوان ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے دودھ روکی ہوئی کو واپس نہ کرنے کی دلیل پکڑی ہے اور امام صاحب کے ہاں اس کو واپس کرنا اس کے دودھ کو فروخت کرنا ناجائز ہے۔ البتہ عیب کی قیمت ادا کرے گا۔ امام ابوحنیفہ نے نبی کریم ﷺ کے قول سابق کو چھوڑ کر حدیث خراج بالضمان پر قیاس کیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں❷ ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا کچھ عرصہ وہ غلام اس کے پاس رہا پھر اس کو اس غلام میں عیب نظر آیا اس نے نبی کریم کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا آپ نے غلام واپس کر دیا۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ میرے غلام سے چارہ منگواتا تھا آپ نے فرمایا کہ اس کام کا تاوان دینا پڑے گا۔

امام مالک و شافعی فرماتے ہیں کہ دودھ روکنے والی کا حکم الگ ہے اس کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

خریدار کا مال کی ادائیگی سے قبل فوت ہو جانا

مؤطا و بخاری❸ میں موجود ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص کا مال گم ہو جائے اور دوسرے شخص کو بعینہٖ مل جائے تو وہ پہلا شخص زیادہ حق دار ہے۔

مؤطا میں❹ ابن شہاب ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام سے نقل

---

❶ سنن نسائی : ٧/ ٢٩٢.

❷ سنن ابی داؤد : ٣/ ٧٨٠.

❸ بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٦٢. مؤطا امام مالك : ٢/ ٦٧٨.

❹ مؤطا امام مالك : ٢/ ٦٧٨.

کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کوئی شخص سامان فروخت کرے اور خریدار سے مال گم ہو جائے اور فروخت کرنے والے نے مال قبضہ میں نہ لیا ہو اور اس کو بعینہٖ مال مل جائے تو وہ زیادہ حق دار ہے اور اگر مشتری فوت ہو جائے تو سامان والا زیادہ حق دار ہے۔ امام مالک و شافعی کا یہی مسلک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کوئی بھی شخص مر جائے یا مال گم ہو جائے تو سامان والا اپنے سامان کا زیادہ حق دار ہے جبکہ بعینہٖ سامان مل جائے۔

علامہ اصیلی نے لکھا ہے حضرت اسید بن حضیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو خط لکھا' جب کسی کی چوری ہو جائے اور پھر سامان مل جائے تو یہ زیادہ حقدار ہے۔ جب حضرت معاویہؓ نے مروان کو یہ لکھ کر بھیجا تو میں اس وقت یمامہ میں تھا۔ میں نے مروان کو لکھا کہ آپؐ نے فیصلہ کیا ہے کہ جب چوری کا سامان مل جائے اور اس میں کوئی کمی بھی نہ ہو۔ تو مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس سامان کو مال کے بدلہ لے اور چور کا پیچھا کرے یعنی اس کو سزا دلوائے۔ پھر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔ مروان نے میرے خط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت معاویہؓ نے مروان کو دوبارہ خط لکھا کہ تم اور ابن حضیر میرے اوپر فیصلہ نہیں کر سکتے ہو بلکہ میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں جو میں نے کہا ہے اس کو نافذ کرو۔ چنانچہ مروان نے وہ خط میری طرف بھیجا میں نے کہا میں یہ فیصلہ نہیں کرتا ہوں۔

علامہ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ کسی بھی فقیہ نے اس حدیث کو مستدل نہیں بنایا ہے البتہ ابن اسحاق اس کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کیا آپ ابن اسید کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔ بلکہ میں اس حدیث سے استدلال کرتا ہوں جس کو

ہشیم نے موسیٰ بن السائب سے۔ انہوں نے قتادہ سے' انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت سمرۃ سے آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے: اگر کسی شخص کو اپنا مال کسی کے ہاں ملے تو وہ زیادہ حقدار ہے۔

قدرتی آفات میں آپ ﷺ کا فیصلہ

بخاری و مسلم میں منقول[1] ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم دیکھتے ہو کہ جب اللہ پھل روک لے تو کیسے تم اپنے بھائی کا مال لیتے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کیسے اپنے بھائی کے مال کو حلال کرتے ہو۔

کتاب مسلم میں منقول[2] ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپؐ نے آفات کے اعتبار کا حکم دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آفت سے ایک تہائی مال کو نقصان پہنچے تو یہ حکم ہے۔

امام شافعی' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب پھل پک جائے اس کے بعد آفت آئے تو اب مشتری کو اس آفت و مصیبت کا فائدہ نہ ہوگا چاہے کیسی ہی آفت ہو۔

یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپؐ کے زمانہ میں پھلوں کی خرید و فروخت میں یہ آفت پیش آئی اور قرض بہت زیادہ ہو گئے۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ معاذ کو صدقہ دو۔ لوگوں نے صدقہ دیا لیکن پھر بھی قرض ادا نہ ہوا آپؐ نے قرض خواہوں سے کہا جو ملتا ہے لے لو اور اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے[3] اس سے معلوم ہوا کہ معدوم پر کوئی چیز نہیں ہے۔

---

[1] بخاری (فتح الباری): ٤/ ٣٩٨. مسلم: ٣/ ١١٩٠.

[2] مسلم: ٣/ ١١٩١.

[3] مسلم: ٣/ ١١٩١.

حضرت معاذ کا مفلس ہونا ۹ھ میں ہوا۔ آپؐ نے ان کے مال کو قرض خواہوں کے لیے الگ کر دیا، اور ان کو اپنے حقوق کا پانچواں حصہ مل گیا وہ کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں فروخت کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ پھر آپؐ نے حضرت معاذ کو یمن بھیج دیا اور فرمایا کہ شاید اللہ تمہیں مالدار کر دے۔ پھر حضرت معاذ یمن سے آپؐ کی وفات کے بعد آئے ان کے ساتھ بکریاں تھیں، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آئیں جواب دیا کہ ایک طریقہ سے آئی ہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون سا طریقہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ لوگوں نے میرا اکرام کیا اور مجھے ہدیہ دی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتاتا ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہیں کہوں گا۔ چنانچہ یہ سو گئے خواب دیکھتے ہیں کہ یہ جہنم کے کنویں کے کنارے کھڑے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازار بند کی جگہ سے پکڑے ان کو گرنے سے بچا رہے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام بات بتا دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام مال کو جائز قرار دیا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ شاید اللہ تمہیں غنی کر دے۔ چنانچہ انہوں نے قرض خواہوں کا باقی قرضہ ادا کر دیا۔ یہ حدیث امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مستدل نہیں بن سکتی ہے۔

علامہ اصیلی نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا آفات پانچ ہیں: ① ہوا ② ٹھنڈک ③ آگ ④ ٹڈیاں ⑤ سیلاب۔

بخاری میں حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید و فروخت کرتے تھے، اور جب پیسے دینے کا وقت آتا تو خریدار کہتا کہ پھل خراب ہو گیا چنانچہ یہ جھگڑا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاتا تو آپؐ فرماتے: اب پھل پکنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت نہ کیا کرو۔[1]

---

[1] بخاری (فتح الباری): ٤/ ٣٩٣.

خرید و فروخت میں دھوکہ دہی کے بارے آپؐ کا فیصلہ

مؤطا و بخاری[1] میں منقول ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ مجھ سے خرید و فروخت میں دھوکہ ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ کوئی دھوکہ نہیں ہے۔ چنانچہ یہ صحابی جب بھی خرید و فروخت کرتے تو فرماتے کوئی دھوکہ نہیں ہے۔

دوسری کتابوں میں[2] ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی چیز کی خرید و فروخت کرو تو کہو کوئی دھوکہ نہیں ہے۔ اور تین دن تک خیار ہے۔ یہ صحابی حبان بن منقذ تھے۔

کتاب المدونہ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری خرید و فروخت میں وہ ضمانت نہیں ہے جو کہ آپؐ نے حبان بن منقذ کو دی تھی۔ وہ ضمانت تین دن کا اختیار تھا۔ ان کے بعد عبداللہ بن زبیر نے اس کو نافذ کر دیا۔

سنن ابی داؤد[3] میں حضرت عقبہ بن عامر آپ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ غلام کی ضمانت تین دن ہے۔ بخاری[4] میں حضرت عدا بن خالد سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھ کو لکھ کر دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ غلام' عدا بن خالد سے خریدا ہے یہ مسلمان کی بیع مسلمان کے ساتھ ہے اس میں کوئی بیماری' بری عادت اور چوری وغیرہ نہیں ہے۔

علامہ اصیلی نے نقل کیا ہے کہ اس خط میں یہ تھا: عداء بن خالد نے

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٣٧. موطا امام مالك : ٢/ ٦٧٥.

[2] سنن دارقطنی : ٣/ ٥٥.

[3] سنن ابی داؤد : ٣/ ٧٧٦.

[4] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٠٩.

نبی کریم ﷺ سے یہ غلام خریدا ہے۔ اور ضمانت لکھ کر دی ہے۔

ابن الفخار نے نقل کیا ہے کہ عداء بن خالد نے نبی کریم ﷺ سے غلام خریدا اور یہ لکھ کر دیا کہ یہ عداء بن خالد نے محمد رسول اللہ ﷺ سے خریدا ہے۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ غلام یا باندی خریدی۔

اس خط میں عداء کا نام آپؐ کے نام سے پہلے ہے یہ دیگر روایات کے خلاف ہے۔

بخاری میں منقول[1] ہے کہ آپؐ نے ایک یہودی سے کھانا خریدا اور اپنی زرہ گروی رکھی۔ بخاری میں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں[2] کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی، آپ ﷺ نے اس یہودی سے اپنے گھر والوں کے لئے تیس صاع جو خریدے تھے۔

کتاب المدونہ میں ہے کہ حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کسی چیز کا تقاضہ کرنے لگے اور بری گفتگو کرنے لگا۔ ایک شخص نے کہا کہ اب ایسی بات رسول اللہ ﷺ سے نہ کہنا ورنہ میں تم سے انتقام لوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو یہ حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ فلاں کے پاس جاؤ اور کھانا خرید کر لاؤ۔ اس بیچنے والے یہودی نے کہا کہ میں بغیر گروی کے نہیں فروخت کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری زرہ لے جاؤ۔ خدا کی قسم! میں زمین و آسمان کا امین ہوں۔

دیگر کتابوں میں منقول ہے کہ آپ ﷺ سے مہمان نوازی کے لئے جو لئے تھے پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی قیمت ادا کی تھی۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٣٠٢.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ٩٩.

ماں اور اولاد کی بیع بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

حدیث میں آیا ہے[1] کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ماں کو اولاد سے الگ کر کے فروخت نہ کرو۔

آپ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ جس شخص نے ماں اور اس کی اولاد میں جدائی ڈالی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔[2]

کتاب المدونہ میں جعفر بن محمد سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس قیدی لائے جاتے تو آپ ﷺ ان کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور ان کو دیکھتے رہتے۔ اور جب کسی عورت کو روتا دیکھتے تو پوچھتے کیوں رو رہی ہے۔ وہ کہتی کہ میرا بیٹا فروخت ہو گیا' میری بیٹی فروخت ہو گئی۔ آپ ﷺ ان کو واپس کرنے کا حکم دیتے۔

جعفر بن محمد نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو اسید انصاری بحرین سے قیدی لے کر آئے۔ آپ ﷺ ان کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک عورت رونے لگی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں روتی ہے۔ اس نے جواب دیا: میرا بیٹا بنو عبس کے ہاں فروخت ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ابو اسید سے فرمایا جاؤ اور اس کو لے کر آؤ جیسا کہ تم نے فروخت کیا۔ چنانچہ وہ گئے اور اس کو لے کر آئے۔

یونس بن عبدالرحمٰن نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر روانہ کیا۔ ان کو اس مہم سے کافی اشیاء ملیں۔ اس قافلے والوں کو بھوک و ضرورت نے آ لیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک باندی دے کر اونٹ خرید لئے۔ اس

---

[1] سنن البیہقی : ۸/ ۵.

[2] سنن ترمذی : ۳/ ۵۸۰.

باندی کی ایک ماں بھی تھی۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! کیا تم نے اس باندی اور اس کی ماں کے درمیان جدائی ڈال دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ معذرت کرتے رہے حتیٰ کہ کہنے لگے کہ میں واپس جاتا ہوں اور سر کے بال خشک ہونے سے پہلے پہلے اس کو لے کر آتا ہوں۔

حسین بن عبداللہ بن ضمیرۃ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ام ضمیرہ کے پاس سے گزرے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں روتی ہو؟ بھوکی ہو؟ کپڑے نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے اور میرے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی نہیں ڈالی جائے۔ آپ ﷺ نے اس شخص کے پاس پیغام بھیجا جس کے پاس ضمیرۃ تھے' اس کو بلایا اور اس سے باکرہ کے بدلہ میں خرید لیا۔

ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ حسین بن عبداللہ نے مجھے وہ خط پڑھ کر سنایا۔ اس کی عبارت یوں تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابوضمیرۃ اور اس کے گھر والوں کے نام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا ہے اور یہ اہل عرب کے اہل بیت ہیں' اگر چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس رہ سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو اپنی قوم کے پاس جا سکتے ہیں اور ان پر کوئی حملہ بھی نہ ہوگا' البتہ حق کے ساتھ ہوگا اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی شخص ان سے ملے تو انہیں اچھائی کی وصیت کرے۔

اس خط کی حضرت ابی بن کعب نے کتابت کی تھی۔

حضرت عروۃ بن زبیر نقل کرتے ہیں جب نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے مکہ سے نکلے تو ایک چرواہے کے پاس سے گزرے۔ اس سے بکری خریدی اور شرط لگائی کہ اس کے اوپر لگی اشیاء تمہاری ہی ہیں۔

ایک حدیث میں[1] ہے کہ آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت راستے کی راہنمائی کے لیے ایک شخص کو اجرت پر تیار کیا۔ وہ قریش مکہ کے دین پر قائم تھا۔ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی سواریاں دیں اور تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر پہنچنے کا وعدہ لیا۔ وہ شخص آپ ﷺ کے پاس تیسری صبح کو آ گیا۔

امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک سفر کے لئے حضرت جابر بن عبداللہ سے اونٹ خریدا اور یہ شرط لگائی کہ مدینہ تک تم سوار رہو۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:[2] اس کی پشت مدینہ تک تمہاری ہے۔

ابوالزبیر حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس کی پشت مدینہ تک تمہیں عاریۃً دی۔[3]

اعمش حضرت سالم بن جابر سے نقل کرتے ہیں: اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچ جاؤ۔

بخاری میں[4] ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قیمت اور اونٹ تمہارے لئے ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اوقیہ کے بدلے خریدا تھا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٤٤٣.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٦٧.

[3] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٣١٤.

[4] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ١١٧.

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ چار دینار کے بدلہ خریدا۔ سالم کہتے ہیں کہ ایک اوقیہ سونے کے بدلہ خریدا۔ سالم حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں دو سو درہم کے بدلے خریدا۔ ابن مقسم کہتے ہیں چار اوقیہ کے بدلہ خریدا۔ ابونضرہ حضرت جابر سے نقل کرتے ہیں کہ بیس دینار کے بدلہ خریدا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں[1] کہ شعبی کا قول ہے کہ ایک اوقیہ سے زائد قیمت میں خریدا اور سواری کی شرط لگائی۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٣١٤.

کتاب الأقضیة

حقوق میں ظاہر پر فیصلہ

مؤطا و بخاری میں منقول[1] ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہو۔ تم میرے پاس جھگڑا لے کر آتے ہو' اور تم میں سے بعض لوگ زبان کے تیز ہوتے ہیں اور دلیل پر حاوی ہوتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یوں آیا ہے: میں تو انسان ہوں۔ میرے پاس دو شخص جھگڑا لے کر آتے ہیں اور ایک ان میں سے بلیغ ہوتا ہے تو اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ وہ سچا ہے۔ اگر میں کسی کے حق میں فیصلہ کر دوں حالانکہ حق دوسرے کا ہو تو وہ اس سے کوئی چیز نہ لے اس لئے کہ اس کے لئے وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔

بخاری[2] کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جس کے لئے میں مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں وہ آگ کا ٹکڑا ہے چاہے تو پکڑ لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

سنن ابی داؤد میں مذکور[3] ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن بھیجا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے وہاں بھیج رہے ہیں میں نو جوان ہوں اور قضاء کا علم بھی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہارے دل کی راہنمائی کرے گا اور

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٢٨٨. موطا امام مالك : ٢/ ٧١٩.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ١٠٠٧.

[3] سنن ابی داوٗد : ٤/ ١١.

تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھے گا۔ جب تمہارے سامنے دو شخص جھگڑا لے کر آئیں تو دوسرے کی بات سننے سے پہلے فیصلہ نہ کرنا جیسا کہ تم نے پہلے کی بات سنی ہے۔ اس لئے کہ اس سے فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بطور قاضی وہاں رہا اور فیصلے میں کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی۔

بخاری[1] میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے' جو شخص بھی کسی کی قسم پر مال لینے کے لئے قسم اٹھاتا ہے تو وہ فاجر ہے اور قیامت کے دن جب خدا سے ملے گا' وہ خدا اس پر غصے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿ ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلاً ﴾ نازل کر دی۔ حضرت اشعث اور ابن مسعود آئے اور ابن مسعود کہنے لگے کہ میرے اور اس شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک اور حدیث میں[2] ہے کہ میرے چچا کے بیٹے کے بارے نازل ہوئی۔ میں نے اس سے کنویں کے بارے میں جھگڑا کیا تھا جو کہ میری زمین میں تھا۔

ایک حدیث میں روایت ہے کہ ایک یہودی نے حضرت الاشعث سے جھگڑا کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا کوئی گواہ ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہودی قسم اٹھائے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو قسم اٹھا لے گا۔

امام مسلم[3] نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے تو یہی ہے۔ چنانچہ آیت ﴿ ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا ﴾۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٢٨٦.

[2] مسلم : ١/ ١٢٣.

[3] مسلم : ١/ ١٢٤.

حضرت اشعث روایت کرتے ہیں [1] کہ حضر موت اور کندہ کے دو شخص یمن کی زمین کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ حضرمی کہنے لگا کہ یہ میری زمین ہے' اس کے باپ نے غصب کی ہے۔ کندی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میری زمین ہے باپ کی وراثت ملی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرمی سے فرمایا: کیا کوئی گواہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں ہے۔ البتہ یہ قسم اٹھائے کہ اس کو معلوم نہیں ہے کہ اس کے باپ نے زمین غصب کی تھی۔ وہ کندی فوراً قسم کے لئے تیار ہوگیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی مال لینے کے لئے قسم اٹھائے گا تو جب خدا کے سامنے حاضر ہوگا تو خدا ناراض ہوگا۔ چنانچہ کندی نے زمین چھوڑ دی۔

مصنف عبدالرزاق [2] اور کتاب المدونہ میں منقول ہے کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک زمین کا جھگڑا لے کر آئے اور دونوں نے گواہ بھی پیش کر دیئے۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان زمین تقسیم کر دی۔

علامہ اصیلی لکھتے ہیں کہ دو شخص آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی جھگڑا لے کر حاضر ہوئے۔ دونوں کے پاس عادل گواہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے درمیان اس کو تقسیم کر دیا اور فرمایا: اے اللہ! آپ ہی ان کے درمیان فیصلہ فرمایئے۔

ایک اور حدیث میں [3] ہے کہ دو شخص خرید و فروخت کا جھگڑا لے کر حاضر ہوئے' ان دونوں کے پاس کوئی دلیل و گواہ بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ دونوں قسم پر حصے کر لیں۔

بخاری میں منقول [4] ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے

---

[1] سنن ابی داوٗد : ٤/ ٤٢.

[2] مصنف عبدالرزاق : ٨/ ٢٧٦.

[3] سنن ابی داوٗد : ٤/ ٣٩.

[4] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٢٨٥.

ایک قوم کو قسم کی پیش کش کی۔ وہ جلدی سے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی قسم پر تقسیم کا حکم دیا۔

امام مسلم[1] رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ فرمایا۔

قاضی ابن زرب نقل کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کے سامنے اقرار کیا اور پھر اقرار سے انکاری ہو گیا اور نبی کریم ﷺ سے کہنے لگا کہ کس کے سامنے میں نے اقرار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو عتاب نہیں فرمایا اور نہ ہی اس سے سختی کا معاملہ کیا حتیٰ کہ حضرت خزیمہ بن ثابت آئے اور کہنے لگے' یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس کو اقرار کرتے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی شہادت کو قبول فرمایا اور کہا کہ ان کی گواہی اللہ کے ہاں دو گواہوں کے برابر ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو قبول کیا اور ذوالشہادتین نام رکھا۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے سودے کی خبر دی تھی۔[2]

زہری لکھتے ہیں کہ حضرت خزیمہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے شہید ہوئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گواہ کی موجودگی میں صرف اموال کا فیصلہ ہوتا ہے۔ البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غلام کو آزاد کرنے میں بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی معاملے میں گواہ اور قسم پر فیصلہ نہیں ہوگا۔

---

[1] مسلم : ۳/ ۱۳۳۷.

[2] سنن ابی داؤد : ٤/ ۳۱.

قسم کی کیفیت بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

سنن ابی داوَد میں[1] مسدد' ابوالاحوص سے وہ عطاء بن السائب' وہ ابو یحییٰ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک شخص سے قسم لینے بھیجا کہ یوں کہے کہ میں خدائے واحد کی قسم اٹھاتا ہوں کہ تمہارے پاس اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یعنی مدعی کی کوئی چیز نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ بھی یہی کہتے ہیں البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ قاضی اس کو مجبور کرے کہ وہ یوں قسم اٹھائے قسم ہے اس اللہ کی جو معبود برحق ہے عالم الغیب والشہادۃ' رحمٰن ورحیم ہے' ظاہری اور پوشیدہ اشیاء کا علم رکھتا ہے' ہر ایک پر غالب ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یوں قسم اٹھائے' قسم ہے اس ذات کی جو معبود برحق ہے' عالم الغیب والشہادۃ ہے' ظاہری اور پوشیدہ اشیاء کا علم رکھتا ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ صرف اللہ کی قسم اٹھالے۔ ان کی دلیل قرآن کی آیت
﴿ فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقين ﴾۔

نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص قسم اٹھانا چاہے تو اللہ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے۔[2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے یوں ہی فیصلہ فرمایا جبکہ انہوں نے ایک شخص کو غلام فروخت کیا تھا۔ خریدار نے کہا تھا کہ غلام کو بیماری ہے اور انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس بات کی قسم اٹھائیں کہ فروخت کے وقت غلام میں

---

[1] سنن ابی داوَد : ٤/ ٤١.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٨٧.

کوئی بیماری نہیں تھی۔ انہوں نے قسم سے انکار کر دیا اور غلام واپس لے لیا۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس غلام کو اس قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کر دیا۔

کتاب مسلم[1] میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کو لوگوں نے سیاہ کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہاری شریعت میں زانی کی یہی سزا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کے علماء میں سے ایک عالم کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم کو اس ربّ کی قسم ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی' کیا تورات میں زانی کا یہی حکم ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ اگر آپ ﷺ قسم نہ دیتے تو میں آپ ﷺ کو نہ بتاتا۔ اس کی سزا سنگسار ہے۔

سنن ابی داؤد[2] میں محمد بن عبدالاعلی حضرت سعید بن ابی عروبۃ سے وہ قتادۃ سے وہ عکرمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابن صوریا سے فرمایا کہ میں تمہیں اس ربّ کی یاد دلاتا ہوں جس نے سمندر میں راستہ بنا کر تمہیں نجات دی' تم پر بادل کا سایہ کیا' منّ و سلویٰ نازل کیا' اور موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ کیا تمہاری کتاب میں سنگسار کرنے کا حکم ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے بہت بڑی بات یاد دلائی ہے' لہٰذا مناسب نہیں ہے کہ میں جھوٹ کہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدائے واحد کی قسم اٹھائی جائے گی جیسے بھی اس کی تعظیم ہو۔

امام شافعی و امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہودی اس خدا کی قسم اٹھائے گا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی اور نصرانی اس کی قسم اٹھائے گا' جس

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۳۲۷۔

[2] سنن ابی داؤد: ٤/ ٤٤۔

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی۔ اور مجوسی اس اللہ کی قسم اٹھائے گا جس نے آگ کو پیدا کیا۔

پانی کی تقسیم میں آپ ﷺ کا فیصلہ

سنن ابی داؤد اور بخاری میں ✿ ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے: جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا' امام بخاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ مسلمان کے حق سے ہٹ کر کسی اور کی زمین کو زندہ کیا۔

دوسری حدیث میں ✿ ہے کہ جس نے ایسی زمین کو زندہ کیا جو کسی کی نہیں ہے تو وہ اسی کی ہے۔ البتہ ظالم کے پسینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

کتاب ابوعبید میں منقول ہے کہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے بنو بیاضہ کے دو افراد کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زمین کا جھگڑا پیش کرتے ہوئے دیکھا کہ ایک نے دوسرے کی زمین میں کھجور کے درخت لگائے تھے۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ زمین تو زمین والے کی ہے۔ اور کھجور والے سے فرمایا کہ اپنی کھجوریں نکال لو۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ کدال کے ذریعہ سے جڑوں سے اکھاڑ رہا ہے۔ وہ عام کھجور تھی۔

مؤطا میں منقول ✿ ہے کہ آپ ﷺ نے مھزوز اور مذینب کے چشمے کے بارے فیصلہ کیا کہ لوگ ٹخنوں کے برابر پانی جمع کر سکتے ہیں پھر اس کو آگے روانہ کر دیں۔

بخاری ✿ میں حضرت عروۃ بن الزبیر سے منقول ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا

✿ بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۱۸. سنن ابی داؤد : ۳/ ٤٠٤.

✿ سنن ابی داؤد : ۳/ ٤٥٣.

✿ مؤطا امام مالك : ۲/ ٧٤٤.

✿ بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۳٤.

ایک انصاری سے حرۃ کے چشمہ کے بارے جھگڑا ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا: اے زبیر! پانی سیراب کرو' پھر اپنے ہمسائے کو پانی دے دو۔

انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! زبیر تو آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے زبیر! پانی سیراب کرو پھر پانی روک لو حتیٰ کہ رکاوٹوں تک پہنچ جائے۔ پھر اپنے ہمسائے کو پانی دے دو۔ آپ ﷺ نے زبیر کو مکمل حق دیا تھا۔ جب انصاری نے بات کی' گویا آپ ﷺ نے ایسا اشارہ کیا تھا کہ دونوں کو سہولت رہے۔

حضرت زبیر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت ﴿ فلا و ربك لایومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ﴾ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ جب انصار نے اس پانی کی مقدار معلوم کی جس کا حضرت زبیر کو روکنے کا حکم دیا تھا تو وہ ٹخنوں کے برابر نکلی۔

مؤطا میں یحییٰ مالک [1] سے وہ ابن شہاب سے وہ حرام بن سعد محیصۃ سے نقل کرتے ہیں کہ براء بن عازب کی اونٹنی نے ایک شخص کے باغ میں داخل ہو کر تباہی مچا دی۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں کی ذمہ داری ہے کہ دِن کو باغ کی حفاظت کریں' اور جو مویشی رات کو تباہی مچا دیتے ہیں تو اس کی ضمانت جانور کے مالک پر ہے۔

کتاب الدلائل میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف فرما تھے کہ کسی اور بیوی نے کھانے کا پیالہ بھیجا۔ حضرت عائشہ نے ہاتھ سے توڑ دیا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ پتھر سے توڑ دیا اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اپنی چادر کو ہلایا تو اس کی حرکت سے پیالہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو جوڑا اور کھانا اس میں رکھا' پھر فرمایا تمہاری ماں ہلاک ہو۔

---

[1] مؤطا امام مالك : ٢/ ٧٤٧.

امام ابوداؤد[1] رحمۃ اللہ علیہ حباب بن سلمۃ سے وہ ثابت البنائی سے وہ ابوالتوکل سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دِن کھانے کا پیالہ لے کر آئیں اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ کے گھر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چادر اوڑھی پھر آگے کر کے پیالہ کو ماری' وہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ٹکڑوں کو جمع کیا' اس میں کھانا رکھا اور فرمایا غارت امکم!۔ پھر تمام لوگوں نے کھایا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا پیالہ لے کر آئیں' انہوں نے وہ بھی کھا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ٹوٹا ہوا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا اور صحیح پیالہ حضرت ام سلمۃ کی جانب بھیج دیا۔

بخاری میں[2] ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ آپ ﷺ نے پیالہ روک کر رکھا حتیٰ کہ انہوں نے کھا لیا۔ سنن ابی داؤد میں منقول[3] ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے حضرت صفیہ کا کھانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور بھیج دیا۔ مجھے غیرت آئی' میں نے برتن توڑ دیا۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو میں نے کیا ہے اس کا کفارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: برتن کے بدلہ میں برتن اور کھانے کے بدلہ میں کھانا۔

کتاب ابن شعبان میں منقول ہے کہ ایک قوم نے جھونپڑی کے بارے جھگڑا کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔

امام نسائی نے ذکر کیا ہے کہ یمامہ میں دو افراد کا دیوار کے بارے جھگڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو فیصلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت حذیفہ نے اس شخص کے حق میں فیصلہ کیا جس کی رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے واپس

---

[1] سنن ابی داوٗد : ٣/ ٨٢٦.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ١٢٤.

[3] سنن أبی داوٗد : ٣/ ٨٢٧.

آ کر آپ ﷺ کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اچھا کیا۔

شفعہ کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

مؤطا میں مروی [1] ہے کہ آپ ﷺ نے جو چیز شرکاء میں تقسیم نہیں ہو سکتی ہے اس میں شفعہ کا فیصلہ کیا۔ جب حدود متعین ہوں اور راستے بھی ہوں تو حدود کے اندر زمین، کھجور اور سامان پر شفعہ نہیں ہے۔

ابو عبید ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ گھر کے سامنے میدان، راستہ، تھکان کی جگہ، گھر کے صحن اور پست زمین میں شفعہ نہیں ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان پانچ مدافع میں شریک ہو اور گھر میں شریک نہ ہو تو اس کو ان اشیاء کے شفعہ میں حق حاصل نہیں ہے۔ یہ اہل مدینہ کا قول ہے۔ وہ صرف شریک مخالط کے لئے شفعہ کا حق فراہم کرتے ہیں۔

اہل عراق ہر ہمسایہ کو شفعہ کا حق فراہم کرتے ہیں، اگر چہ وہ شریک نہ بھی ہو۔ ابو عبید نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا فیصلہ کیا۔ اور یہ حدیث کئی جگہ آئی [2] ہے کہ آپ ﷺ نے ہمسایہ کو قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار قرار دیا۔

کتاب النسائی میں منقول [3] ہے ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ میری زمین کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ ہی تقسیم ہے البتہ پڑوسی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پڑوسی زیادہ حقدار ہے۔

---

[1] موطا امام مالک : ۲/ ۷۱۳.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٤/ ٤٣٧.

[3] سنن نسائی : ۷/ ۳٦۷.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ [1] نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہر اس مشترک مال میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کی منزلیں یا دیواریں وغیرہ نہیں ہیں۔ اور اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ شریک کی اجازت کے بغیر اس کو فروخت کرے۔ شریک کو حق ہے چاہے تو لے لے اور چاہے تو ترک کر دے۔ اور اگر اس نے بغیر اجازت فروخت کر دیا تو یہ شریک زیادہ حقدار ہے۔

مزارعت اور تقسیم میں آپ ﷺ کا فیصلہ

اسماعیل القاضی نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دو افراد کو جو میراث میں جھگڑ رہے تھے فرمایا: برابر برابر حصہ کرلو۔

اسماعیل القاضی فرماتے ہیں کہ جب شرکاء کے پاس گھر یا زمین ہو تو یہ واجب ہے کہ برابر تقسیم کرلیں اور حصے مقرر کرلیں اور قرعۃ سے حصہ نکال لیں۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تقسیم میں تفریق نہیں ہے۔

بخاری میں منقول [2] ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا راستہ کے بارے میں اختلاف ہو تو سات ذراع بنالو۔

بخاری و مسلم میں منقول [3] ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل خیبر سے کھیتی اور پھل کے معاملہ میں ایک حصہ پر معاملہ کیا۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کو سو وسق دیا کرتے تھے۔ ۸۰ وسق کھجوریں اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے۔

کتاب الواضحۃ میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں چار افراد نے مل کر ایک زمین میں کھیتی باڑی کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک نے کہا کہ زمین میری

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۲۲۹۔

[2] بخاری (فتح الباری): ۵/ ۱۱۸۔

[3] بخاری (فتح الباری): ۵/ ۱۰۔ مسلم: ۳/ ۱۱۸۶۔

ہوگی۔ دوسرے نے کہا کہ بیج میرا ہوگا۔ تیسرے نے کہا کہ بیل میرے ہوں گے۔ چوتھے نے کہا کہ محنت میری ہوگی۔ جب کھیتی تیار ہوگئی اور انہوں نے کاٹ لی تو یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے گئے۔ آپ ﷺ نے زمین کو لغو قرار دیا اور کوئی حصہ مقرر نہ کیا۔ بیل والے کو متعین اجرت دی' اور محنت والے کو یومیہ ایک درہم دیا اور باقی فصل بیج والے کو دی۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ زمین کو اس لئے لغو قرار دیا کہ زمین کرایہ پر نہیں دی جاتی ہے۔ کتاب المدونہ میں منقول ہے کہ میں نے ابن القاسم سے پوچھا اگر بیج دو افراد کا ہو اور دوسرے کی زمین اور محنت ہو تو کیا حکم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں خیر نہیں ہے۔ میں نے پوچھا فصل کس کی ہوگی۔ جواب دیا زمین والے اور محنت کرنے والے کے لئے۔ اور ان دونوں کو بیج دے گا۔ میں نے پوچھا کیا یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے؟ جواب دیا نہیں بلکہ میری رائے ہے۔

ابن حبیب اور ابن غانم امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ فصل بیج والوں کی ہوگی اور یہ اس زمین والے کو کام اور زمین کا کرایہ دے گا۔

اسی طرح آپ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے' آپ ﷺ نے فرمایا: فصل تو کھیت والے کے لئے ہے اور ان دونوں کا اجر ان کے مثل ہے۔

امام ابوداؤد نقل کرتے ہیں[1] کہ حضرت رافع بن خدیج نے ایک زمین کو کاشت کیا۔ آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو یہ پانی دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کھیتی کس کی ہے اور زمین کس کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیج تو میرا ہے اور محنت کا حصہ ہے' اور زمین فلاں لوگوں کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے گناہ کیا۔ زمین ان کو واپس کر دے اور اپنا خرچہ واپس لے۔

کتاب ابن شعبان میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گروی کا مال گروی

[1] سنن ابی داؤد : ۳/ ٦٩٢.

رکھنے والا استعمال کر سکتا ہے' البتہ اس کا تاوان ہے۔

مساقاۃ کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالک[1] رحمہ اللہ حضرت ابن شہاب کے واسطہ سے سعید بن المسیب سے نقل کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے خیبر فتح کیا تو یہود خیبر سے فرمایا' میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو کہ اللہ کا فیصلہ ہے' وہ یہ کہ پھل ہمارے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اندازاً پھل کے دو حصے کئے اور کہا کہ اگر چاہو تو تم اٹھالو اور اگر چاہو تو میں لے لیتا ہوں۔ انہوں نے پھل لے لئے۔

سنن ابی داؤد میں[2] ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے چالیس ہزار وسق کا اندازہ کیا تھا۔ یہود نے اس شرط پر پھل لیا کہ وہ صرف بیس ہزار وسق دیں گے۔
ایک اور حدیث میں[3] ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس شرط پر فرمایا کہ اپنے مال سے رسول اللہ ﷺ کے لئے آدھا حصہ نکالیں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر اس درخت میں مساقاۃ جائز ہے جس کا پھل ہوتا ہے۔ مثلاً کھجور' انگور' انجیر' زیتون' انار' شفتالو' اخروٹ' بادام' گلاب وغیرہ۔
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف کھجور اور انگور میں مساقاۃ جائز ہے اور نصف مقدار پر جائز ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے تمام میں بھی مساقاۃ ثابت ہے۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مساقاۃ بالکل جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اجرت نامعلوم ہوتی ہے۔ امام صاحب کا قول نبی کریم ﷺ ابوبکر اور

---

[1] موطا امام مالک: ۲/ ۷۰۳.

[2] سنن ابی داؤد: ۳/ ۷۰۰.

[3] مسلم: ۳/ ۱۱۸۷.

عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے خلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اہل خیبر غلام تھے اور غلام و آقا کے درمیان کئی ایسی اشیاء جائز ہوتی ہیں جو کہ غلام اور اجنبی کے درمیان ناجائز ہوتی ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے مسلک کے خلاف روایت یہ بھی ہے کہ وہ غلام نہیں تھے اس لئے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی زمانہ تک مساقاۃ برقرار تھی۔ نہ ان کو فروخت کیا گیا اور نہ ہی آزاد کیا گیا' اور محدثین میں سے کسی نے بھی یہ روایت نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے اہل خیبر سے جزیہ لیا ہو۔ البتہ سورۃ برأۃ کا نزول خیبر کے بعد ہوا ہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے جزیہ لیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مساقاۃ اہل خیبر سے نصف پر تھی اور ہر اس چیز پر تھی جو زمین سے نکلے یا پھل آئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کھیتی میں مساقاۃ کو ممنوع قرار دیا ہے اس لئے کہ اس صورت میں زمین کرایہ دی جاتی ہے اور زمین کو کرایہ پر دینا ناجائز ہے اور انگور میں انہوں نے قیاس سے اجازت دی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ خیبر کے مال سے اپنی ازواج کو سو وسق دیتے تھے۔ ۸۰ وسق کھجور کے اور بیس وسق جو دیتے تھے۔

بخاری و مسلم میں منقول [1] ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن مالک مسجد نبوی میں عبداللہ بن ابی حدرد سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس بحث و تکرار میں ان کی آوازیں بہت بلند ہو گئیں۔ آپ ﷺ ان کی آوازیں سن کر گھر سے باہر

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۳۱۱. مسلم : ۳/ ۱۱۹۲.

تشریف لائے اور حضرت کعب بن مالک کو بلایا۔ وہ متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کچھ حصہ چھوڑ دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور فیصلہ کرو۔

ایک اور حدیث میں ہاتھ سے نصف کا اشارہ ہے۔[1]

کتاب ابن شعبان میں منقول ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' جو شخص حق کا تقاضہ کرے تو وہ نرمی سے تقاضا کرے چاہے تمام مال کا مقتضی ہو یا تھوڑے کا ہو۔

یہ بات بھی حدیث[2] سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے قوم خثعم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ خثعم والے سجدہ میں پڑے رہے وہیں ان کو قتل کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے نصف دیت کا فیصلہ کیا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اس کا حکم دیا گیا تھا ممکن ہے کہ ان کا سجدہ اسلام کا ہو تو مکمل دیت ہے اور اگر اسلام کا نہ ہو تو دیت نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد[3] میں حضرت سمرۃ بن جندب سے منقول ہے کہ کسی انصاری کے باغ میں ان کی کھجوریں تھیں اور انصاری کے ساتھ اس کے اہل وعیال بھی تھے۔ جب سمرۃ بن جندب باغ میں داخل ہوتے تو یہ انصاری ان کو تکلیف دیتے اور مطالبہ کرتے کہ کھجور فروخت کر دو۔ جب انہوں نے انکار کیا تو ان سے مطالبہ کیا کہ اس کو منتقل کر لو۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ انصاری آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور سارا معاملہ ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فروخت کرنے کا مطالبہ کیا

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٣٠٧.

[2] سنن ابی داؤد : ٣/ ١٠٤.

[3] سنن ابی داؤد : ٤/ ٥٠.

انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے نقل کرنے کا مطالبہ کیا انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ہبہ کر دو فلاں فلاں زمین ملے گی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نقصان والے ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انصاری کو درخت اکھاڑنے کا حکم دیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو افراد باغ کی دیوار کا جھگڑا لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے پیمائش کا حکم دیا پیمائش کی گئی تو وہ سات ذراع نکلی ایک روایت میں ہے کہ پانچ ذراع نکلی۔ آپ ﷺ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ [1]

[1] سنن ابی داؤد: ٤/ ٥٠.

کتاب الوصیة

وصیت کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

مؤطا و بخاری[1] میں ابن شہاب زہری عامر بن سعد سے وہ اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے روز مجھے سخت تکلیف تھی۔ آپ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے شدید تکلیف ہے۔ میں مالدار ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں۔ ایک روایت میں وصیت کرنے کے الفاظ ہیں۔ بخاری و مسلم میں یوں بھی روایت ہے کہ کیا میں تمام مال کی وصیت کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا کہ دو تہائی کی وصیت کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آدھے مال کی وصیت کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک تہائی مال کی وصیت کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تہائی' ایک تہائی تو زیادہ ہے۔

مؤطا میں یوں روایت ہے کہ ان کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ تو میں نے عرض کی آدھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تہائی' ایک تہائی تو زیادہ ہے۔ اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑنا ان کو فقیر چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں' اور جو مال تم خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہو اس کا اجر ملے گا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٣/ ١٦٤. مؤطا امام مالک : ٢/ ٧٦٣.

موطا [1] کی ایک روایت میں ہے حتیٰ کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے جانشین بھی ایسا ہی کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے جانشین نہیں ہیں، تم اعمال صالحہ کرو۔

امام مسلم [2] نے ان الفاظ کی زیادتی کی ہے کہ جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہو تو تمہارے درجات بلند ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ تم پیچھے رہ جاؤ اور کچھ لوگ تم سے نفع حاصل کریں اور کچھ کو نقصان ہو۔ اے اللہ! میرے اصحاب کو ہجرت پر قائم رکھ اور ان کو واپس نہ پھیر۔ لیکن سعد بن خولۃ تکلیف میں ہے۔ آپ ﷺ ان کے وارث ہوں گے، اگر یہ مکہ میں فوت ہوئے۔

ابن مزین اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ مکہ میں مقیم رہے حتیٰ کہ وہیں وفات ہو گئی اور ہجرت نہیں کی۔ آپ ﷺ نے اس کو ناپسند کیا اور وراثت لے لی۔ یہ ابن مزین کا وہم ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعد بن خولۃ نے ہجرت کی اور غزوہ بدر میں شرکت بھی کی۔ آپ ﷺ کو جو وراثت ملی وہ دوبارہ مکہ میں اس کے آنے اور فوت ہونے کی وجہ سے تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے امام مسلم نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ یہ قریشی تھے۔

مال وقف کرنے کے بارے آپ ﷺ کا حکم

کتاب الواضحۃ میں واقدی حضرت حصین بن عبدالرحمٰن بن سعد بن معاذ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کونسی چیز سب سے پہلے اسلام میں وقف کی گئی۔ انصار نے کہا کہ آپ ﷺ کی اشیاء تھیں۔ مہاجرین کہنے لگے کہ حضرت عمر نے سب سے پہلے اسلام میں کوئی چیز وقف کی، وہ ایسے کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو

[1] موطا امام مالك : ۲/ ۷۶۳.

[2] مسلم : ۳/ ۱۲۵۰.

وہاں زہرۃ' راتج اور مسکۃ والوں کی وسیع زمین تھی جس کو وہ چھوڑ کر جا چکے تھے۔ وہ زمین قابل کاشت اور بنجر دونوں طرح کی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ثمغ عطا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ذریعہ سے یہود سے خرید وفروخت کی۔ ان کا مال بہت زیادہ ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! میرا مال تعجب خیز اور کافی زیادہ ہے اور مجھے محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اصل مال کو وقف کر دو اور منافع کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔

مطرف' عمری سے' وہ نافع سے' وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ثمغ پہلا صدقہ ہے جو اسلام میں ہوا۔ جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا ارادہ کیا تو آپؐ سے عرض کی کہ مشورہ دیجئے کہ کیا معاملہ اختیار کروں۔ آپؐ نے فرمایا اصل مال کو وقف کر دو اور منافع کو صدقہ کر دو۔ حضرت مسور بن رفاعۃ' محمد بن کعب القرظی سے نقل کرتے ہیں کہ اسلام میں پہلا صدقہ آپؐ کے مال وقف سے تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ لوگ تو یوں کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ اولین صدقہ ہے۔ محمد بن کعب القرظی نے جواب دیا کہ حضرت مخیریق غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر میں شہید ہو گیا تو میرا مال نبی کریم ﷺ کے حوالے ہے وہ اللہ کی منشاء کے مطابق اس کو استعمال کریں۔ آپؐ نے اس کو وقف کر دیا۔ وہ سات باغ تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صدقہ خیبر کے بعد کا ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ آپ کا سات باغ صدقہ کرنا یہ بنونضیر کے مال سے تھا' جبکہ آپؐ احد سے واپس آئے تھے۔ انہوں نے مخیریق کے مال کو الگ ذکر کیا ہے۔

محمد بن سہل بن ابی جثامہ کہتے ہیں کہ بنونضیر کے مال سے جو آپؐ نے صدقات کیے وہ سات باغ تھے جن کے نام یہ ہیں الاعراف' الصافیۃ' الدلال' المثبت' برقۃ' حسنیٰ' مشربۃ ام ابراہیم۔ اس کو مشربۃ ام ابراہیم اس لیے کہتے ہیں کہ ام ابراہیم یہاں رہتی تھیں۔ اور یہ مال سلام بن مشکم نضیری کا تھا۔

علامہ واقدی کہتے ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ سات باغ تھے اور ان کے نام بھی یہی تھے۔

امام نسائی [1] قتیبہ بن سعید سے وہ ابوالاحوص سے وہ ابواسحاق سے وہ عمرو بن الحارث سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے دینار' درہم' غلام و باندی کوئی چیز وراثت میں نہیں چھوڑی۔ البتہ ایک سفید خچر' اسلحہ اور راہ خدا میں وقف زمین چھوڑی۔

امام نسائی رحمہ اللہ [2] ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا صدقہ اس زمین سے تھا جو خیبر سے ملی تھی صدقہ کے بارے فرماتے ہیں کہ اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا نہ ہبہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی وراثت میں منتقل ہو سکتا ہے۔ وہ صرف فقراء' قریبی رشتہ دار' غلام' راہ خدا' مہمان' مسافر کے لیے ہے۔ جس کو صدقہ ملے وہ اس کو کھا سکتا ہے مہمان کو کھلا سکتا ہے اور غریب دوست کو دے سکتا ہے۔

صدقہ' ہبہ میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام مالک [3] نقل کرتے ہیں کہ بنو حارث بن خزرج کے ایک شخص نے اپنے والدین پر صدقہ کیا وہ دونوں ہلاک ہو گئے۔ ان کا بیٹا مال کا وارث بن گیا وہ مال کھجوریں تھیں۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے دریافت فرمایا آپؐ نے فرمایا تمہیں صدقہ کا اجر مل گیا ہے اپنی وراثت لے لو۔

ابن ابی شیبہ [4] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنی والدہ کو کھجور کا باغ دیا' پھر وہ مر گئی۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے اپنی والدہ کو زندگی

---

[1] سنن نسائی : ٦/ ٥٣٩.

[2] سنن نسائی : ٢/ ٥٤١.

[3] موطا امام مالك : ٢/ ٧٦٠.

[4] مصنف ابن ابی شیبه : ١٠/ ١٨٣.

میں دیا تھا اس کے بھائی بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ زندگی و موت میں تمہاری ہے۔ انصاری نے کہا کہ میں نے ان کو صدقہ کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے لیے دور ہے۔

مؤطا و بخاری[1] میں حضرت نعمان بن بشیر سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھ کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے اس کو غلام ہبہ کیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا سب لڑکوں کو دیا ہے۔

یونس و معمر کی حدیث میں ہر بیٹے کے لیے ہے؟ امام مسلم نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ اس کو بھی ایسا عطیہ دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں آپؐ نے فرمایا واپس لے لو۔ امام مسلم نقل کرتے ہیں: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔[2]

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی والدہ عمرۃ بنت رواحۃ اپنے شوہر بشیر سے کہنے لگیں اس ہبہ کی آپ کو خبر دو۔ انہوں نے اس کو ایک سال استعمال کیا پھر حضرت عمرہ کو ہبہ کر دیا۔ حضرت عمرہ کہنے لگیں میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں۔ جب تک کہ نبی کریم ﷺ شہادت نہ دیں۔ آپؐ نے فرمایا میں ظلم کی شہادت نہیں دیتا۔

یہ حدیث اس بات کی بنیاد ہے کہ باپ اپنی اولاد کے لیے جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر ہبہ کرے یا صدقہ کرے تو اس کا قبضہ کرنا ضروری ہے۔

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی بنیاد[3] ہے جو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اگر تو اس کو جمع کر لیتی تو تیرا تھا اور آج تو ورثاء کا مال ہے۔

---

[1] بخاری (فتح الباری): ٥/ ٣١١. مؤطا امام مالك: ٢/ ٧٥١.

[2] مسلم: ٣/ ١٢٤٢.

[3] مؤطا امام مالك: ٢/ ٧٥٢.

[4] مسلم: ٤/ ٢٢٧٣.

اسی طرح آپؐ کا وہ قول[1] ہے جب یہ آیت: ﴿ الْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ﴾ نازل ہوئی تو فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے۔ حالانکہ مال وہ ہے جو تو نے کھالیا اور فنا ہوگیا' لباس پہن لیا اور پرانا ہوگیا یا صدقہ کر دیا اور ختم ہوگیا اور لوگوں نے اس صدقہ پر قبضہ کرلیا۔

آپؐ نے صدقہ میں قبضہ کی شرط لگائی ہے۔ جیسے قرض قبضہ کے بغیر نہیں ہوتا ہے اور وصیت موت کے بغیر نافذ نہیں ہوتی ہے اسی طرح صدقہ میں بھی قبضہ ضروری ہے۔

علامہ عبدالرزاق حضرت طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو کوئی چیز ہبہ کی۔ آپؐ نے اس کو واپس کرنا چاہا اس نے انکار کر دیا' آپؐ نے اضافہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرا یہ ارادہ نہیں ہے یہ بات تین دفعہ کہی اور راضی نہ ہوا بلکہ واپس لینے سے انکار کر دیا' آپؐ کہنے لگے میرا ارادہ اس کو قبول نہ کرنے کا تھا۔

معمر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ میں صرف قریشی یا انصاری یا ثقفی سے ہبہ قبول کرتا ہوں۔

علامہ اصیلی نقل کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک اونٹنی ہدیہ پیش کی گئی جو کہ بچہ جننے کے قریب تھی۔ آپؐ نے چھ اونٹوں کے ساتھ واپس کرنا چاہی اس نے لینے سے انکار کر دیا۔

امام بخاری[2] فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن یوسف نے عبداللہ بن وہب سے انہوں نے یونس سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے پاس کوئی

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۹/ ۱۰۵.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۲٤۲.

چیز نہیں تھی۔ انصار زمینوں والے اور تجارت والے تھے۔ چنانچہ انصار نے یہ تقسیم کی کہ ہر سال ان مہاجرین کو پھل دیں گے جو کہ ان کو کافی ہو جائے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم اور ام عبداللہ بن ابی طلحہ بھی تھیں۔ ام انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کی شاخ دی جو پھل سے لبریز تھی۔ آپ نے ان کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ ام ایمن کو عطا کر دی۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب آپ اہل خیبر کی لڑائی سے فارغ ہوئے تو مہاجرین نے انصار کو وہ مال واپس کر دیا جو انصار نے دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے میری والدہ کو کھجور کی شاخ واپس کر دی۔ آپ نے ام ایمن کے بدلہ میں باغ ان کو دیا۔ امام مسلم[1] نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے ان کو دس گنا عطا کیا۔

ابن شہاب[2] فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کی خادمہ تھیں ان کا تعلق حبشہ سے تھا۔ جب حضرت آمنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو انہوں نے آپ کی پرورش کی حتی کہ آپ جوان ہوئے تو ان کو آزاد کر دیا۔ پھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ یہ آپ کی وفات کے پانچ ماہ بعد فوت ہوئیں۔ علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ ان کا نام "برکۃ" تھا۔

علامہ اصیلی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کسی بھی شخص نے زندگی بھر کے لیے کسی کو کوئی چیز دی تو وہ اس کے اور اس کے بچوں کے لیے ہوگی اس لیے وہ اب اس کی ہو چکی ہے۔ اب دوبارہ پہلے کے پاس واپس نہیں جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ جب اس نے دی تھی تو اس میں وراثت تھی۔

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۳۹۲۔

[2] مسلم: ۳/ ۱۳۹۱۔

حضرت لیث' ابن سہل سے وہ ابوسلمہ سے وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے: اگر کسی شخص نے کسی کو عمر بھر کے لیے چیز دی تو وہ اس کی اور اس کی اولاد کی ہے دینے والے نے اپنا حق ختم کر دیا ہے لہٰذا وہ لینے والے اور ان کی اولاد کی ہوگی۔ [1]

ایک اور روایت [2] میں عبد بن حمید عبدالرزاق سے وہ معمر سے وہ زہری سے وہ ابوسلمہ سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس عمری کی آپؐ نے اجازت دی ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے یہ چیز تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے ہے۔ اور اگر یوں کہے کہ یہ تمہارے لیے ہے جب تک تم زندہ ہو تو موت کے بعد واپس ہو جائے گی۔

ابوسلمہ حضرت [3] جابر سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے اس شخص کے بارے میں فیصلہ کیا جس نے اپنی چیز عمر بھر کے لیے کسی کو اور اس کی اولاد کو دی ہو۔ کہ وہ یقیناً اس کی ہے۔ دینے والا اس میں کسی قسم کی شرط اور استثناء نہیں کر سکتا ہے۔ ابوسلمہ کہتے ہیں کہ جب اس نے اس کو عطا کیا تو وراثت جاری ہوگئی اور وراثت سے تمام شرائط ختم ہو جاتی ہیں۔

ایک اور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول [4] ہے کہ آپؐ نے فرمایا: عمر بھر کے لیے دی گئی چیز اسی کی ہے جس کو ہبہ کی گئی ہے۔

ابن ابی زید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ارشاد: معطی کی طرف واپس نہیں ہو

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۲۴۵۔

[2] مسلم: ۳/ ۱۲۴۶۔

[3] مسلم: ۳/ ۱۲۴۶۔

[4] مسلم: ۳/ ۱۲۴۶۔

گی کا مطلب یہ ہے کہ جب تک لینے والے کی اولاد ہے تب تک تو واپس نہ ہوگی البتہ اگر اولاد نہ ہو تو پھر دینے والے معطی کی طرف واپس ہو جائے گی۔ اور آپ کا ارشاد کہ وہ چیز اسی کی ہے جس کو دی گئی ہے۔ اس سے مراد نفع ہے اصل چیز نہیں ہے۔ اور اس بات پر دال ہے کہ وہ وارث کی طرح نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ بیوی اور اولاد اس میں داخل نہیں ہیں۔ اہل مدینہ کا اسی پر عمل ہے اور امام مالک کا مسلک بھی یہی ہے۔

امام شافعی وغیرہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جب لینے والے اور اس کی اولاد کے لیے ہے تو کبھی بھی دینے والے کو واپس نہ ہوگی اگر چہ لینے والا اور اس کی اولاد نہ رہے۔

امام ابوحنیفہ' امام شافعی' سفیان ثوری اور احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ عمر بھر کے لیے دی ہوئی چیز ہبہ کی طرح ہے۔ وہ لینے والے کی ملکیت ہے چاہے اولاد ہو یا نہ ہو۔ اور دینے والے نے واپسی کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو اگر شرط لگائے تو شرط باطل ہے۔ یہ دینے والے کی طرف کبھی بھی واپس نہ ہوگی۔ لینے والا اس کو دوسرے مال کی طرح فروخت کر سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ عمر بھر کے لیے دی گئی چیز میں تین اقوال ہیں:

① امام ابوحنیفہ و شافعی رحمہما اللہ ② امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ۔

① وہ حضرات جو کہ اولاد اور دینے والے کی زندگی میں فرق کرتے ہیں۔ اولاد کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس صورت میں کبھی بھی دینے والے کو چیز واپس نہ ہوگی' اور جب اولاد نہ ہو تو دینے والے کی طرف واپس ہو جائے گی جبکہ لینے والا فوت ہو جائے۔ واللہ اعلم

البتہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت نے اپنے بیٹے کو عمر بھر کے لیے باغ دیا۔ وہ بیٹا اس کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ اس کے وارثوں میں بیٹے تھے۔ اور بھائی بھی تھے۔ عورت کہنے لگی

کہ باغ واپس ہماری طرف ہوگا۔ اس لڑکے کے بیٹے یعنی عورت کے نواسے کہنے لگے کہ زندگی میں ہمارے باپ کا تھا اور موت کے بعد بھی اسی کا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام طارق کے پاس جھگڑا گیا۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ آپؐ نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ چیز لینے والے کی ہے۔

چنانچہ حضرت طارق نے بھی یہی فیصلہ کیا پھر عبدالملک کو اس کی خبر دی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بھی دی۔ عبدالملک نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت طارق نے اس فیصلے کو برقرار رکھا۔ وہ باغ آج تک معمر کے بیٹوں کے پاس ہے۔

علامہ مسدد یحییٰ سے وہ سفیان سے وہ حمید الاعرج سے وہ محمد بن ابراہیم التیمی سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنی والدہ کو ایک باغ دیا وہ مرگئی۔ آگے وہی حدیث نقل کی ہے جو کہ امام مسلم نے نقل کی ہے۔

مشتبہ چیزوں میں آپ ﷺ کا فیصلہ

امام بخاری و مسلم حضرت[1] عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو عہد دیا کہ ولیدۃ کا بیٹا میرا ہے۔ اس کو لے لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے روز حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کو قبضہ میں لے لیا اور کہنے لگے کہ میرا بھتیجا ہے میرے بھائی نے مجھ کو عہد دیا تھا۔ عبد بن زمعہ کہنے لگے کہ میرا بھائی ہے میرے والد کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ چنانچہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ٥/ ٢٩١.

کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ میرا بھتیجا ہے میرے بھائی نے مجھے عہد دیا تھا۔ عبد بن زمعۃ کہنے لگے کہ میرا بھائی ہے۔ ابن ولیدۃ میرے والد ہیں ان کے بستر پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعۃ یہ تمہارے لیے ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا: بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

پھر آپ نے سودۃ بنت زمعۃ سے فرمایا کہ اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ اس کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص سے ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر زندگی بھر اس نے حضرت سودۃ کو نہیں دیکھا۔

فقہی مسائل:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① کافر کی وصیت نافذ ہو جاتی ہے کیونکہ عتبہ کافر تھا اس نے غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید کیے تھے آپ نے دعا کی تھی کہ یہ ایک سال بھی زندہ نہ رہے چنانچہ سال سے قبل ہی فوت ہو گیا۔[1]

② بھائی کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

③ امام مالک فرماتے ہیں کہ حرام میں مبتلا ہونے کے پیش نظر مباح ذرائع کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن ﴾

اور اللہ کا ارشاد کہ نبی کو راعنا کہہ کر نہ پکارو۔ صرف یہود کی وجہ سے تھا ورنہ مسلمان اس میں بے ادبی کا ارادہ نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح آپ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم دینا بھی اس میں شامل ہے کہ ابن زمعہ اگرچہ ان کے بھائی تھے کیونکہ ان کے والد کے فراش پر پیدا ہوئے۔ آپ

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۵/ ۲۹۱.

نے اس کو اجنبی قرار دیا۔

آپؐ نے دو حکم جاری کیے ایک حکم ظاہری اور ایک حکم باطنی۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ذرائع کو نہیں چھوڑا جا سکتا ہے اور ایک ہی حکم ہو گا۔ حتی کہ انہوں نے فرمایا کہ آدمی کو اجازت ہے کہ بیوی کو اپنے بھائی کے دیدار سے روک دے۔ اور آپ کا قول کہ اس سے پردہ کر و تقویٰ اور اختیار پر محمول ہے۔

اور یہ اس حکم کے خلاف ہے جو آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ افلح تمہارا چچا ہے اس سے پردہ نہ کرو۔ افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی چچا تھا۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے بیوی کو اپنے بھائی سے پردہ کرنے کا کہا ہو۔

✿ آپؐ کے قول کہ زانی کے لیے پتھر ہے سے اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ زانی کی طرف اس بچے کی نسبت نہیں ہو گی۔

علامہ دراوردی کہتے ہیں کہ شادی شدہ زانی کے لیے پتھر یعنی سنگسار ہے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا ہے۔

اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ آپ کا فرمان حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو احتیاط و تقویٰ اور اختیار تھا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ زنا حرام کر دیتا ہے۔

امام مالک کے اقوال مختلف ہیں: کبھی فرماتے ہیں کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ حرام کر دیتا ہے۔ لیکن غالب بات یہ ہے کہ حرام نہیں کرتا ہے۔

آزاد کرنا اور وصیت میں قرعہ ڈالنے کا حکم

علامہ عبدالرزاق[1] حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ میں

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۱۰/ ۲۴۹.

اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ وصیت سے پہلے قرض کی ادائیگی کا فیصلہ کرتے تھے۔ اور تم کہتے ہو:

(من بعد وصية يوصى بها او دين)

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ وصیت پر عمل سے پہلے ادائیگی قرض ضروری ہے۔ امام مالک حسن بصری سے وہ محمد بن سیرین سے نقل کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں موت کے وقت اپنے غلاموں میں سے چھ کو آزاد کر دیا۔ آپؐ نے غلاموں کے حصے کیے تو ایک تہائی غلام آزاد ہو گئے۔ [1]

امام مالک فرماتے ہیں کہ اس شخص کا ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہ تھا۔

یہ حدیث موطا میں مسند ہے۔ امام مالک حسن بصریؒ سے وہ ابن سیرین سے اور وہ عمران بن حصین سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ اس پر غصہ ہوئے اور فرمایا میرا ارادہ یہ تھا کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤں۔

مصنف عبدالرزاق میں [2] ہے کہ آپؐ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا تو یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہوتا۔ پھر آپؐ نے غلاموں میں قرعہ ڈالا اور دو کو آزاد کر دیا۔ اور چار بدستور غلام رہے۔

ایک اور حدیث میں [3] وارد ہے کہ ایک انصاری عورت نے اپنے چھ غلام آزاد کر دیئے۔ آپؐ نے چھ پیالے منگوائے ان کے درمیان قرعہ ڈالا تو دو آزاد ہو گئے۔

ایک اور کتاب میں [4] ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے تین حصے کیے دو کو آزاد کر

---

[1] موطا امام مالك : ٢/ ٧٧٤.

[2] مصنف عبد الرزاق : ٩/ ١٥٩.

[3] مصنف عبدالرزاق : ٩/ ١٦٠.

[4] مسلم : ٣/ ١٢٨٨.

دیا اور چار کو باقی رکھا۔ اسماعیل القاضی کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی قیمت لگائی۔ سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں علم کہ آپ ﷺ نے قیمت لگائی ہو۔

اگر سلیمان کا قول صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قیمت برابر تھی۔ اگر برابر نہ ہو تو ضروری ہے کہ ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔

فقہی مسائل

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

① ایک تہائی وصیت نافذ ہو جاتی ہے۔
② قرعہ اندازی سے آزادی ہو جاتی ہے۔
③ ایک تہائی سے زائد عیال ہوں تو تہائی تک وصیت ہوگی۔
④ حالت مرض میں آزادی کو ختم کرنا وصیت کی طرح ہے۔
⑤ حاکم بذات خود قیمت لگا سکتا ہے۔
⑥ اگر غلام حقوق کا دعویٰ کرے تو حاکم آقا و غلام میں فیصلہ کر سکتا ہے۔
⑦ غیروں کے لیے ایک تہائی وصیت کی اجازت ہے۔ البتہ حضرت طاؤس کا قول اس کے برعکس ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر غیروں کے لیے وصیت کی تو وصیت کا تہائی حصہ قریبی رشتہ داروں کو دیا جائے گا۔

مصنف عبدالرزاق[1] میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا:

"وارث کے لیے وصیت نہیں ہے اور عورت اپنے شوہر کی اجازت کے

[1] مصنف عبدالرزاق: ۹/ ۱۲۵۔

بغیر مال میں وصیت نہیں کر سکتی ہے''۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک مدبر غلام کو فروخت کیا۔ کتاب ابن شعبان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک انصاری نے اپنا مدبر غلام آزاد کر دیا۔ وہ محتاج تھا اور مقروض بھی تھا آپؐ نے اس کو آٹھ سو درہم میں فروخت کیا اور اس کو دیئے کہ اپنا قرض اتار لو اور اپنے اہل پر خرچ کرو۔

امام مالک نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ پہلی حدیث اصح ہے کہ آپؐ نے مدبر کو اس کے آقا کی موت کے بعد فروخت کیا یا پھر اس کی زندگی میں فروخت کیا کیونکہ وہ مقروض تھا لیکن یہ مدبر بنانے سے پہلے کی بات ہوگی۔

ابن ابی زید کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آپؐ نے مدبر کو قرض میں فروخت کیا۔ اس لیے کہ آپؐ نے اس کی آواز لگائی تھی اور کہا تھا کہ کون اس کو خریدتا ہے۔ جب یہ بات باطل ہوگئی کہ کسی اور چیز کے لیے فروخت نہیں کیا تھا تو یہ حکم ہوا اور حکم نافذ ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کے پاس اور مال نہیں تھا وہ مر گیا تو آپؐ نے فرمایا کون اس کو خریدتا ہے۔ حضرت جابرؓ سے اس روایت میں اختلاف منقول ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس نے آزاد کر دیا تھا اور یہ بھی منقول ہے کہ اس نے مدبر بنایا تھا۔ مختصر ابن ابی زید میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اوطاس کے قیدی آئے تو صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ عزل کے بارے کیا حکم ہے ہم تو قیمت چاہتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل[1] ہے کہ جب باندی بچہ جنے گی تو قیمت ختم ہو

---

[1] سنن ابن ماجہ : ۲/ ۷٤۱.

جائے گی یعنی اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس کے ساتھ یہ حدیث بھی واضح دلیل ہے کہ آپؐ نے ام ابراہیم کے بارے میں فرمایا اس کے بچے نے اس کو آزاد کر دیا۔

کتاب الواضحہ میں ابن المسیب سے منقول ہے آپؐ نے اولاد کی ماؤں کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ان کو وصیت اور قرض کی ادائیگی میں شامل نہ کرو۔

مسلم کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے پوچھا اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیا رائے تھی وہ کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو آزاد نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ نے ان کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان کو وصیت میں شامل نہ کرو اور نہ ہی ادائیگی قرض میں استعمال کرو۔

کتاب رجال الموطا میں سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ حضرت ماریہ ام ابراہیم نے تین ماہ عدت گزاری۔ علامہ برقی لکھتے ہیں کہ ان کی وفات ۱۶ھ میں ہوئی۔

حدیث میں[1] ہے کہ حضرت بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کسی چیز میں مدد طلب کرنے لگیں۔ بخاری میں ہے کہ حضرت بریرہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد مانگنے لگیں ان کے ذمہ پانچ اوقیہ تھے۔ جو پانچ سال کی اقساط پر مشتمل تھے۔

مؤطا و بخاری میں منقول[2] ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ اگر تمہارے خاندان والے راضی ہوں تو میں تمہاری مدد کرتی ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ ولاء مجھے حاصل ہوگی۔ حضرت بریرہؓ اپنے خاندان والوں کے پاس گئیں ان کو ساری بات

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ١٩٤.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ١٩٠. مؤطا امام مالك : ٢/ ٧٨٠.

بتائی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ جب یہ واپس آئیں تو نبی کریم ﷺ بھی تشریف فرما تھے' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگیں کہ میں نے ان کو ولاء کی پیش کش کی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس کو پکڑ لو اور ولاء کی شرط لگاؤ اس لیے کہ ولاء اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ لوگ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کہ کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ ہر وہ شرط جو قرآن میں نہیں ہے۔

کتاب الموطا میں ہے کہ وہ شرط باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ زیادہ صحیح ہے۔ اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے۔ بے شک ولاء تو آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔

آپ ﷺ کے ارشاد کہ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں ہے یعنی جو قرآن کے خلاف ہے۔ اور آپ ﷺ کے ارشاد کہ ان کو ولاء کی شرط لگاؤ یعنی ان پر ولاء کی شرط لگاؤ۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اولئك لهم اللعنة و لهم سوء الدار ﴾

یعنی ان پر لعنت ہے۔

حضرت مطرف کہتے ہیں کہ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا مکاتبت سے عاجز ہو گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خرید لیا۔

کتاب ابن شعبان میں منقول ہے کہ زمانہ اسلام کی پہلی مکاتبت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تھی انہوں نے سو چھوٹی کھجور کے بدلہ مکاتبت قائم کی تھی اور اس کو اقساط پر تقسیم کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پودا لگانے لگے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ جب اس نے پودا لگایا تو انہوں نے آپ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی چنانچہ ایک کھجور بھی مکمل نہ ہو پائی۔

یہ بھی منقول ہے کہ زمانہ اسلام کا پہلا مکاتب ابو مؤمل تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ابو مؤمل کی مدد کرو۔ چنانچہ جب مدد ہوئی تو انہوں نے مال کتابت ادا کر دیا اور کچھ مال زائد بچ گیا۔ انہوں نے اس کے بارے میں آپؐ سے مسئلہ دریافت فرمایا۔ آپؐ نے جواب دیا کہ راہ خدا میں خرچ کر دو۔

مثلہ والے غلام کی آزادی میں آپ کا فیصلہ

کتاب المدونہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زنباع کا سندر نامی ایک غلام تھا۔ ایک مرتبہ زنباع نے دیکھا کہ اس کی باندی کا بوسہ لے رہا ہے اس نے اس کو پکڑا اور کان و ناک کاٹ دیئے۔ یہ آپؐ کے پاس حاضر ہو گیا آپؐ نے زنباع کو بلایا اور فرمایا ان پر اتنا وزن نہ ڈالو جس کے یہ متحمل نہیں ہیں۔ جو خود کھاتے ہو ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنتے ہو ان کو پہناؤ اور اگر ناپسند ہوں تو فروخت کر دو اور جس سے راضی ہو اس کو رکھ لو۔ اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا جس کا مثلہ کیا گیا یا آگ سے جلایا گیا وہ آزاد ہے اور اللہ و رسول کا غلام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا وہ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے ذریعہ سے ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔

امام مسلم[1] حضرت سوید بن مقرن سے نقل کرتے ہیں کہ ان کی باندی کو کسی نے طمانچہ مارا۔ حضرت سوید نے اس سے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ چہرہ محترم ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم آپؐ کے زمانہ میں سات بھائی تھے اور ہمارا ایک خادم تھا۔ ہم میں سے ایک نے اس کو طمانچہ مار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس کو

---

[1] مسلم : ۳/ ۱۲۸۰.

آزاد کرنے کا حکم دیا۔

ایک اور روایت میں[1] ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا اور کوئی خادم نہیں ہے آپؐ نے فرمایا: اس سے خدمت لے لو۔ جب نفع حاصل کر چکو تو اس کو چھوڑ دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں[2] کہ آپؐ نے فرمایا اگر کسی نے اپنے غلام پر حد جاری کی جس کا وہ مستحق نہیں تھا یا طمانچہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔

لقطہ کے بارے آپ کا حکم

مؤطا و بخاری میں منقول[3] ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے گم شدہ لقطہ کے بارے پوچھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ برتن اور تھیلی کا اعلان کرو اور پھر ایک سال تک اعلان کرتے رہے اگر اس کا مالک آ جائے تو ٹھیک ورنہ معاملہ تمہارے سپرد ہے۔ صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے آپؐ نے فرمایا تمہاری، تمہارے مؤمن بھائی کی، یا پھر بھیڑیے کی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے بھائی کو واپس کر دو۔ صحابی نے پوچھا اونٹ کا کیا حکم ہے۔ امام بخاری[4] رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۲۷۹.

[2] مسلم: ۳/ ۱۲۷۹.

[3] بخاری (فتح الباری): ۵/ ۷٤. مؤطا امام مالک: ۲/ ۷۵۷.

[4] بخاری (فتح الباری): ۵/ ۹۱.

آپؐ نے فرمایا نہ تمہارے لیے نہ اس کے لیے ہے اس کے پاس کھانے پینے کا انتظام ہے۔ وہ پانی پیتا ہے اور درختوں کے پتے کھاتا ہے حتیٰ کہ اپنے مالک کو مل جاتا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ امام مالک کا یہ کہنا کہ اگر وہ اس بکری کو کھالے تو ضامن نہیں ہے جبکہ بکری کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ اس بات میں امام مالک کی موافقت کسی نے بھی کی ہے۔ امام مالک کا ان الفاظ سے استدلال کرنا کہ وہ بکری تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا پھر جھیڑیئے کی ہے۔ یہ استدلال ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ اس سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اگر بھیڑیا اس کو کھاتا ہے تو مالک کی کہلاتی ہے اس کی نہیں کہلاتی ہے جس کو ملی ہو۔

بخاری و مسلم[1] میں حضرت سوید بن غفلۃ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی وہ کہنے لگے کہ ایک دفعہ مجھے ایک تھیلی ملی جس میں سو دینار تھے۔ میں اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا تھیلی، رقم اور تھیلی کو باندھنے والی رسی سنبھال کر رکھو۔ اگر تو مالک آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ تم نفع اٹھالینا میں نے اس کو استعمال کر لیا پھر اس شخص سے مکہ میں ملاقات ہوئی۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ تین سال بعد ملاقات ہوئی یا ایک سال بعد ہوئی۔

بخاری و مسلم[2] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جب اللہ نے مکہ کو فتح کر دیا تو آپؐ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مکہ سے دور رکھا۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۷۸. مسلم : ۳/ ۱۳۵۰.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۲۰۵.

علامہ قابسی کی روایت میں ہے کہ اللہ نے مکہ سے قتل کو دور رکھا اور اپنے رسول اور مؤمنین کو مکہ پر مسلط کیا۔ یہ مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی اس میں قتال کرنا صرف کچھ ساعتوں کے لیے ہے اور میرے بعد کسی کے لیے بھی حلال نہیں ہوگا۔

اس کا شکار ممنوع ہے اس کے درخت کو کاٹنا ممنوع ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کانٹے اتارنا ممنوع ہے ایک اور روایت[1] ہے کہ اس کے کانٹے نہیں اتارے جائیں گے اور مکہ کا لقطہ بھی حلال نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں[2] ہے کہ گم شدہ چیز صرف اعلان کرنے والے کے لیے حلال ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اعلان کرنے والے کے لیے حلال ہے۔ اور جس کا کوئی مقتول ہے تو اس کو فدیہ اور قصاص میں اختیار ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اذخر مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ ہماری قبروں کے لیے ہے۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں[4] ہے کہ ہمارے گھروں اور قبروں کے لیے کیا ہے آپؐ نے فرمایا اذخر ہے۔ اہل یمن میں سے ابو شاہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ یہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ چنانچہ وہ خطبہ اس کو لکھ کر دیا گیا۔

باغ کو صدقہ کرنا

مؤطا و بخاری[5] میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو طلحہ انصاری کے

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٨٧.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٨٧.

[3] مسلم : ٢/ ٩٨٨.

[4] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٣٩٦.

[5] مسلم : ٢/ ٦٩٣. مؤطا امام مالك: ٢/ ٩٩٥.

کھجوروں کے کافی باغ تھے۔ اور محبوب ترین مال بیرحاء کا تھا وہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا آپ ﷺ اس میں جاتے اور صاف ستھرا پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آیت.

﴿لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون﴾

نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور میرا محبوب ترین مال بیرحاء کا ہے۔ اب وہ صدقہ ہے اس کے اجر کی اللہ سے امید رکھتا ہوں۔ لہٰذا جہاں آپؐ چاہے اس کو صرف فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا مبارک ہو یہ بڑا نفع بخش مال ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا مبارک ہو یہ اچھا مال ہے میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اپنے قریبی رشتے داروں میں تقسیم کردو۔ ابوطلحہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں یہ کروں گا۔ چنانچہ ابوطلحہ نے اپنے رشتہ داروں میں وہ تقسیم کر دیا۔

بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے فقراء میں تقسیم کردو۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوطلحہ نے حضرت حسان بن ثابت، ابی بن کعب میں تقسیم کر دیا۔ یہ دونوں میرے مقابلے میں زیادہ قریب تھے۔

فقہی مسئلہ:

① اگر کوئی شخص کہے کہ میرا گھر صدقہ ہے اور فقراء وغیرہ کی وضاحت نہ کرے تو جائز ہے اور کہیں بھی فقراء میں صرف کرسکتا ہے۔

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۵/ ۳۷۹.

بعض حضرات کہتے ہیں کہ وضاحت ضروری ہے۔ لیکن پہلا قول اصح ہے۔

② اگر کوئی شخص زمین صدقہ کرے اور حد متعین نہ کرے تو اگر حدود مشہور ہوں تو جائز ہے۔

امام مالک مؤطا میں[1] یحییٰ بن سعید سے وہ محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی سے وہ عمر بن طلحہ سے وہ عبیداللہ بن عمیر بن سلمہ الضمری سے وہ زید بن کعب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مکہ جا رہے تھے اور حالت احرام میں تھے۔ جب مقام روحاء میں پہنچے تو وہاں ایک نیل گائے نظر آئی جو کہ لنگڑی تھی آپ کو اطلاع دی گئی آپؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو ممکن ہے کہ اس کا مالک آ جائے۔ چنانچہ زید بن کعب جو کہ اس کے مالک تھے آپؐ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ نیل گائے آپؐ کے اختیار میں ہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رفقاء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ پھر آگے سفر جاری رکھا حتی کہ رویثہ اور عرج کے درمیان مقام اثابہ میں پہنچے تو وہاں ایک ہرن کو دیکھا کہ سائے میں سو رہا ہے اور اس کے بدن میں تیر لگا ہوا ہے۔ یوں معلوم ہوا کہ آپؐ نے ایک شخص کو اس کے پاس کھڑے ہونے کا حکم دیا کہ لوگ گزرتے ہوئے اس کو بے آرام نہ کر دیں۔

① اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے لیے شکار کا جانور رکھانا جائز ہے جبکہ اس کے لیے شکار نہ کیا گیا ہو۔

② ہبہ کو عام کرنا جائز ہے۔ بخلاف ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے۔

③ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

④ غائب کے مال کی حفاظت کرنا۔

⑤ تقسیم کے لیے وکیل بنانا جائز ہے۔

⑥ حاکم کا ہدیہ کو قبول کرنا جائز ہے۔

---

[1] مؤطا امام مالك: ١/ ٣٥١.

امانت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فیصلہ

ابن زیاد کتاب الاحکام میں نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: امین پر کسی قسم کا تاوان نہیں ہے۔

اہل علم کہتے ہیں کہ اگر خود امانت کو ہلاک کرے، تو پھر ضمان ہے۔

دیگر کتابوں میں منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر قبضہ کی ہوئی چیز کی واپسی ہے۔ اس سے بعض علماء نے تاویل کی ہے کہ امانت کا بھی تاوان ہے۔ اور قرآن کی آیت:

﴿ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا﴾

سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

ابن سلام وغیرہ ذکر کرتے ہیں کہ مذکورہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ولایت کعبہ کے لیے کعبہ کی چابی آپؐ سے مانگی تھی۔ چنانچہ آیت نازل ہونے کے بعد آپؐ نے وہ چابی واپس عثمان بن طلحہ کو عنایت کر دی۔

ایک روایت میں ہے کہ شیبہ بن عثمان کو واپس کی' البتہ پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ندا لگائی کہ عثمان کہاں ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آ گئے آپؐ نے فرمایا کہ عثمان بن طلحہ کہاں ہے۔ حضرت عثمان بن طلحہ کو بنو حضرمی کے ایک شخص نے اٹھایا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو چابی عنایت کر دی۔ وہ سر کو ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بھی ڈھانپ دیا، اور فرمایا اے بنو طلحہ اس چابی کو پکڑ لو۔ یہ ہمیشہ تمہاری اولاد کے پاس رہے گی البتہ کوئی ظالم چھین سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ کافر چھین سکتا ہے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے والد طلحہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ احد کے موقع

پر مبارزت میں قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ چابی طلحہ کی ام ولد سلافہ عثمان بن طلحہ کی والدہ کے پاس آ گئی تھی۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر امانت رکھوانے والا دعویٰ کرے کہ امین نے خود امانت ضائع کی ہے تو امین سے قسم لی جائے گی! اگرچہ اس کی امانت داری مشہور ہو۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ جب تک اس پر تہمت نہیں ہے تب تک قسم نہیں لی جائے گی۔ ابن المنذر کہتے ہیں کہ قسم صحیح ہے۔

ابن نافع المبسوط میں امام مالک سے نقل کرتے ہیں کہ اگر مال مضاربت میں مقارض تمام مال کے تباہ ہونے یا بعض مال کے تباہ ہونے کا دعویٰ کرے تو اس سے قسم لی جائے گی چاہے وہ متہم ہو یا نہ ہو۔ ابن المواز بھی یہی کہتے ہیں۔

کتاب الواضحہ میں یوں منقول ہے کہ اگر وہ امانت دار نہیں ہے یا متہم ہے تو قسم لی جائے گی ورنہ نہیں۔

المبسوط میں مذکور ہے کہ امانت ہلاک ہونے کی صورت میں ہر حال میں قسم لی جائے گی۔ ابن القاسم نے المدونہ میں امام مالک سے یہی روایت کیا ہے۔

مستعار چیز کا تاوان

امام مالک مؤطا[1] میں ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مکہ کی کچھ عورتیں مسلمان ہوئیں وہ مہاجرہ نہیں تھیں قبولیت اسلام کے وقت ان کے شوہر غیر مسلم تھے۔ ان میں ولید بن مغیرہ کی لڑکی بھی شامل تھی یہ صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں۔ فتح مکہ کے روز یہ مسلمان ہوئیں ان کے شوہر

[1] مؤطا امام مالك : ٢/ ٥٤٣.

صفوان بن امیہ نے اسلام قبول نہ کیا اور بھاگ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے وہب بن عمیر کو اپنی چادر دے کر امن کا پیغام بھیجا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اگر وہ راضی ہو تو قبول کر لے ورنہ وہ دو ماہ کی مسافت پر چلا جائے۔ جب صفوان آپ کی چادر لے کر مکہ آیا تو لوگوں کے سامنے کہنے لگا اے محمد یہ وہب بن عمیر آپ کی چادر لے کر آیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ آپؐ نے دعوت اسلام دی ہے، اگر میں راضی ہوا تو اسلام کو قبول کر لوں ورنہ دو ماہ کی مسافت پر جانے کی مہلت دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو وہب نیچے اتر آؤ۔ وہ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں نہیں اتروں گا حتی کہ آپؐ وضاحت کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔

پھر آپؐ غزوہ حنین کے لیے گئے تو آپؐ نے صفوان بن امیہ سے اسلحہ اور سامان مستعار مانگا۔ صفوان کہنے لگا کہ رضامندی سے یا جبرا۔ آپؐ نے فرمایا رضامندی سے۔ چنانچہ اس نے سامان اور اسلحہ دیا۔

یحییٰ کی روایت میں ہے کہ پھر صفوان واپس آ گیا یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ کفر کی حالت میں ہی آپؐ کے ساتھ غزوہ حنین وطائف میں ساتھ رہا۔ اس کی بیوی مسلمان تھی آپؐ نے ان کے درمیان تفریق نہیں کی حتی کہ جب صفوان مسلمان ہو گئے تو آپؐ نے نکاح کو برقرار رکھا۔

دونوں میاں بیوی کے اسلام میں ایک ماہ کا فرق تھا۔

مصنف عبدالرزاق میں منقول[1] ہے کہ آپؐ نے صفوان سے دو چیزیں مستعار لیں ایک بشرط ضمان اور دوسری بغیر ضمان کی شرط کے لی۔

ابن شعبان نے ذکر کیا ہے کہ وہ سوز رہیں اور کچھ اسلحہ تھا۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جب آپؐ نے صفوان سے اسلحہ مانگا تو یہ

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۸/ ۱۸۰۔

کہنے لگے اے محمد کیا زبردستی ہے اور غصب ہو جائے گا آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریۃً ہے اور قابل واپسی ہے۔ اس روایت کے پیش نظر فقہاء لکھتے ہیں کہ مانگی ہوئی چیز کو واپس کرنا ضروری ہے اگر تباہ ہو جائے تو ضمان ضروری ہے۔

امام مالک وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اس بات پر گواہ پیش کر لے کہ وہ چیز خود ہی تباہ ہوگئی ہے تو پھر تاوان ضروری نہیں ہے۔ اگر وہ ایسی چیز ہے جو غائب نہیں ہو سکتی ہے جیسا کہ جانور وغیرہ ہے تو تاوان نہیں ہے اور قسم کے ساتھ اس کے تباہ ہونے کی تصدیق کر دی جائے گی جب اس کا جھوٹ مشہور نہ ہو۔

سنن ابی داؤد میں [1] یوں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اے صفوان کیا تمہارے پاس اسلحہ ہے۔ صفوان کہنے لگا عاریۃً یا غصب کے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا عاریۃً چاہیے۔ چنانچہ اس نے تقریباً تیس سے چالیس زرہیں عاریۃً دیں۔ جب غزوہ حنین میں مشرکین کو شکست ہوگئی تو صفوان کی زرہوں کو جمع کیا گیا تو کچھ زرہیں گم ہو گئیں۔ آپؐ نے فرمایا اے صفوان تمہاری زرہوں میں سے کچھ زرہیں ہم سے گم ہو گئیں ہیں کیا ہم ان کا تاوان دیں۔ صفوان کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ نہیں، اس لیے کہ میرے دل کی کیفیت پہلے والی نہیں ہے۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ صفوان نے اسلام قبول کرنے سے پہلے عاریۃً دیں تھیں۔

علامہ اصیلی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک عاریت کی ضمان نہیں ہے البتہ جو چیز غائب ہو جائے، اور اس کی ہلاکت مخفی ہو۔ اگر اس کی ہلاکت بغیر سبب کے ہو تو اس پر تاوان نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی حال میں تاوان نہیں ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد : ۳/ ۸۲۳.

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر حال میں تاوان ہوگا۔

قاسم بن اصبغ ابن وضاح سے وہ سحنون سے وہ ابن وہب سے وہ ابن قیس سے وہ حمزہ بن ابی حمزۃ النصبی سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی قوم کی زمین میں اجازت سے عمارت تعمیر کرے اور پھر قوم اس کو نکالنے کا ارادہ کرے تو وہ قیمت وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر بغیر اجازت کے تعمیر کی تھی تو پھر قیمت نہیں ہے۔

وراثت کے بارے آپ ﷺ کا فیصلہ

ابن نحاس معانی القرآن میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ربیع کی بیوی آپ کی خدمت میں آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میرے شوہر آپ کے ساتھ شہید ہو چکے ہیں۔ اور عورتیں مال کی وجہ سے نکاح کرتی ہیں۔ سعد نے ورثاء میں مجھے، دو بیٹیوں اور باپ ربیع کو چھوڑا ہے۔ ربیع نے تمام مال لے لیا ہے۔ آپؐ نے اس کو بلوا کر فرمایا۔ اس کو آٹھواں حصہ بیٹیوں کو دو تہائی دو اور باقی تم لے لو۔

محمد بن سحنون اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں کہ جب اس عورت نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ عورتیں مال کی وجہ سے نکاح کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں جانتا ہے وہ چاہے گا تو کوئی حکم نازل کر دے گا۔ چنانچہ کچھ دن آپ ﷺ ٹھہرے رہے پھر ایک دن آپ ﷺ نے اس کو پیغام بھیجا کہ اللہ نے تمہارے اور تمہاری بیٹیوں کے بارے میں حکم نازل کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ...... الخ ﴾

آپؐ نے بیوی کو آٹھواں حصہ بیٹیوں کو دو تہائی دیا اور باقی باپ کو عطا کیا۔ زمانہ اسلام کی یہ پہلی میراث تھی جو کہ تقسیم ہوئی تھی۔

ہذیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ سے اس شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جوفوت ہو چکا ہواور ورثاء میں بیٹی' پوتی' اور بہن ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے بھی نصف ہے۔ وہ شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور مسئلہ پوچھا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے مسئلہ کی بھی خبر دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو گمراہ ہو جاتا اور ہدایت نہ ملتی۔ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی کریم ﷺ نے کیا کہ بیٹی کے لیے نصف ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے تاکہ دونوں کا ملکر دو تہائی ہو جائے اور باقی مال بہن کے لیے۔ ان حضرات نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو آ کر خبر دی۔ آپ فرمانے لگے جب تک یہ سردار موجود ہیں مجھ سے مت پوچھا کرو۔ [1]

بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کا ارشاد منقول ہے کہ وراثت ورثاء میں تقسیم کرو جو بچ جائے وہ قریبی مرد رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ [2]

اہل علم نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصبات میں صرف مرد شامل ہیں عورتیں شامل نہیں ہیں مثلاً چچا' بھتیجا' چچازاد وغیرہ۔ چنانچہ باقی ماندہ وراثت ان کی ہوگی عورتوں کی نہ ہوگی۔ اگر کسی نے ورثاء میں ایک بیٹی اور سگی بہن چھوڑی ہوتو آدھی وراثت بیٹی کی ہوگی اور آدھی بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگی اس طرح کہ بھائی کو بہن سے دوگنا ملے گا اس میں عورت محروم نہ ہوگی۔

ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ بیٹی اور بہن کی صورت میں فرماتے ہیں کہ بیٹی کے لیے آدھی وراثت ہے اور آدھی عصبات کے لیے ہے بہن کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی نے پوچھا کہ

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۱۷۔

[2] بخاری (فتح الباری) : ۱۲/ ۱۱۔ مسلم : ۳/ ۱۲۳۳۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما تو بہن کو بھی آدھی وراثت دیتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے تم زیادہ جانتے ہو یا خدا زیادہ جانتا ہے۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے اس کی وجہ معلوم نہ ہوسکی حتی کہ میں ابن طاؤس کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے والد کے واسطہ سے بتایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ماترك ﴾

اور تم کہتے ہو کہ اگر اولاد ہو تب بھی نصف ہے۔

ابن طاؤس کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کسی کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں کچھ نقل کرتے ہیں۔ اور طاؤس اس شخص سے راضی نہیں ہیں اس لیے اس معاملہ میں کچھ نہیں کہتے ہیں۔ امام مالک مؤطا[1] میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی کی دادی حاضر ہوئی اور میراث کے بارے میں پوچھنے لگی۔ آپ نے جواب دیا کہ کتاب وسنت میں تمہارے لیے کوئی حکم نہیں ہے۔ تم چلی جاؤ میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ چنانچہ جب آپ نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میرے سامنے نبی کریم ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے کہا کہ ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا۔

پھر ایک اور دادی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر میراث کا سوال کرنے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتاب وسنت میں تمہارے لیے کچھ نہیں ہے جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ ہوگا اس میں کوئی زیادتی نہیں ہوسکتی ہے وہ چھٹا حصہ ہے۔ اگر نانی اور دادی دونوں ہیں تو دونوں میں تقسیم ہوگا اور جو چھوڑ دے تو الگ بات ہے۔

---

[1] مؤطا امام مالک: ۲/ ۵۱۳.

مصنف عبدالرزاق میں منصور حضرت ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے تین جدات کو چھٹا حصہ دیا۔ [1]

منصور کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا وہ تین کونسی تھیں جواب دیا۔ ایک دادی' ایک نانی اور ایک پردادی تھی۔

کتاب الفرائض میں محمد بن سحنون ابو محمد بن عمر سے وہ ابن جریج سے وہ عمرو بن شعیب سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ سگا بھائی باپ شریک بھائی سے اولیٰ ہے۔ پھر باپ شریک بھائی بھتیجے سے اولیٰ ہے۔ جب سگے اور باپ شریک بیٹے ایک ہی نسب کے ہوں تو سگے بیٹے باپ شریک سے زیادہ قریبی ہیں۔ اور اگر باپ شریک سگوں سے نسب میں بلند ہوں تو باپ شریک زیادہ قریبی ہیں۔ اور اگر سب نسب میں برابر ہیں تو حقیقی بیٹے باپ شریک سے قریبی ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ حقیقی چچا اور باپ شریک ایک ہی نسب کے ہوں تو حقیقی بھتیجوں سے زیادہ قریبی ہے۔ اور جب حقیقی اور باپ شریک ایک ہی نسب کے ہوں تو حقیقی زیادہ قریبی ہیں۔ بھائی اور بھتیجے کی موجودگی میں چچا اور چچا کا بیٹا وارث نہیں ہوں گے۔

اور یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ جس کے صرف عصبات ہوں تو کتاب اللہ کے مطابق ان کے حصے ہیں۔ محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علماء کے ہاں متفق ہے۔

حماد بن سلمہ نقل کرتے ہیں کہ ثابت بن دحداح کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے عاصم بن عدی سے پوچھا کہ کیا تم اس کا نسب جانتے ہو۔ جواب دیا نہیں۔ البتہ عبدالمنذر نے اس کی بہن سے نکاح کیا تھا اس سے ابولبابہ پیدا ہوا۔ وہ اس کا بھانجا ہے۔

ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۲۷۳.

سے قتل کر دیا ماموں کے علاوہ کوئی وارث نہ تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے صورت مسئلہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب لکھا آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ اور رسول اس شخص کے وارث ہیں جس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وراث نہ ہو۔

وکیع ابو خالد سے وہ شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ بنت حمزہ کا غلام مر گیا ورثاء میں ایک بیٹی اور ان کو چھوڑ گیا۔ آپؐ نے اس کی بیٹی کو آدھی وراثت دی اور آدھی بنت حمزہ کو دی۔

شعبی کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے کہ یہ فیصلہ احکام وراثت کے نزول سے پہلے کا ہے یا بعد کا ہے۔ بنت حمزہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ ۷ھ میں مکہ سے لے کر آئے تھے اور احکام وراثت غزوہ احد کے کچھ عرصہ بعد نازل ہوئے۔

ابن ابی نضر کہتے ہیں کہ بعض کے نزدیک جب بنت حمزہ مکہ سے نکلیں تو باشعور نہ تھیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ممکن ہے کہ اس مدت میں ان کو شعور ہو گیا ہو۔

اس روایت سے ان حضرات کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ عصبات کی عدم موجودگی کی صورت میں دوبارہ وراثت انہی ورثاء کو دی جائے۔

یہ روایت بھی ہے کہ وہ غلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تھا لیکن صحیح یہی ہے کہ ان کی بیٹی کا تھا۔

حضرت واثلہ بن الاسقع نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ عورت کو تین وراثتیں ملتی ہیں:

① آزاد کردہ غلام کی۔
② پیٹ والے بچے کی۔
③ اس بچہ کی جس کا لعان کیا ہے۔[1]

---

[1] سنن ابی داؤد : ۳/ ۳۲۵.

نسب کے بارے میں آپ کا فیصلہ

ابن نصر المروزی لکھتے ہیں کہ عراق' حجاز' شام اور مصر کے علماء کا اجماع ہے کہ زانی کے ساتھ بچے کا نسب قائم نہیں ہو گا۔

اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ اگر زانی دعویٰ کرے اور صاحب فراش دعویٰ نہ کرے تو زانی کے ساتھ نسب قائم ہو گا وہ حسن بصری کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عورت سے بدکاری کی تو اس نے بچہ پیدا کر دیا۔ زانی نے بچہ کا دعویٰ کیا تو فرمایا کہ بچہ تمہارا ہے اور کوڑے بھی لگیں گے۔

حضرت عروہ اور سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے کے پاس سے گزرے اور گمان کرے کہ یہ میرا لڑکا ہے میں نے اس کی ماں سے بدکاری کی تھی تو اگر کسی اور نے اس کے نسب کا دعویٰ نہ کیا تو یہ لڑکا اس زانی کا وارث ہو گا۔

حضرت سلیمان استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب زمانہ جاہلیت کی اولاد کو دعویٰ کرنے پر حالت اسلام میں مدعی کے ساتھ ملحق کر دیتے تھے۔

قیافہ شناسی کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فیصلہ

امام بخاری و مسلم[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے آپ ﷺ کا چہرہ چمک رہا تھا آپؐ نے فرمایا کیا تم نے مجزز کو نہیں دیکھا کہ اس نے زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید پر ایک نظر ڈالی جبکہ ان کے چہرے ڈھکے ہوئے اور پاؤں ظاہر تھے۔ دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ دونوں قدم ایک دوسرے کے حصے ہیں۔

---

[1] بخاری (فتح الباری): ۱۲ / ۵۲۔ مسلم: ۲ / ۱۰۸۱۔

علامہ مروزی لکھتے ہیں کہ اسی حدیث کے پیش نظر لیث' اوزاعی' شافعی' احمد بن حنبل' اسحاق اور امام مالک فرماتے ہیں کہ قیافہ شناسی حق ہے۔ امام شافعی استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر یہ غلط ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار کر دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ثابت رکھا ہے' کیونکہ اس میں الزام تراشی اور نسب کی نفی ہو سکتی ہے۔

علامہ اصیلی زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن میں مامور تھے تو آپ کی خدمت میں تین آدمی لائے گئے جو کہ ایک ہی بچے کے مدعی تھے۔ آپ نے قرعہ اندازی کی اور جس کا نام نکلا بچہ اس کے حوالہ کر دیا اور باقی دو کو دو تہائی قیمت دلوائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدینہ آ کر آپ کو اس کی خبر دی تو آپ خوب ہنسے حتی کہ آپ کی پچھلی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

سنن ابی داؤد میں [1] یحییٰ بن کثیر حضرت عکرمہ سے وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے مکاتب غلام کے قتل میں آزاد کی دیت کا فیصلہ کیا کہ جتنا آزاد ہو چکا ہے اتنی دیت آزاد کی ادا کی جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مکاتب پر مملوک کی حد نافذ ہو گی۔

حماد بن زید حضرت ایوب سے وہ عکرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مکاتب غلام قتل ہو گیا آپ نے حکم دیا کہ آزاد کی دیت دی جائے اور جو غلام باقی ہے اس میں مملوک کی دیت دی جائے۔

سنن ابی داؤد میں [2] سفیان بن عیینہ' عمر بن عوسجہ سے وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص فوت ہو گیا۔ آزاد کردہ غلام کے

---

[1] سنن ابی داؤد : ٤/ ٧٠٦.

[2] سنن ابی داؤد : ٣/ ٣٢٤.

سوا کوئی وارث نہ تھا۔ آپؐ نے اس غلام کو وراثت دی۔

عبدالرزاق [1] ابن جریج سے وہ عمرو بن دینار سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص مر گیا اور کوئی وارث نہ تھا آپؐ نے فرمایا تلاش کرو' لیکن کوئی وارث نہ ملا۔ چنانچہ آپؐ نے اس کی وراثت اس کے آزاد کردہ غلام کو عنایت کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔

سلیمان بن یسار نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک حبشی کی وراثت لائی گئی جس کا کوئی وراث نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر یہاں حبشہ کا کوئی مسلمان ہے تو اس کو وراثت دے دو۔

مصنف عبدالرزاق [2] میں عمرو بن شعیب سے منقول ہے آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ جس کسی کا زمانہ جاہلیت کا حلیف ہے وہ اس پر قائم ہے اس کو دیت سے حصہ ملے گا اور عصبات کو میراث ملے گی۔ اور فرمایا: اسلام میں کوئی حلف نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت کا حلف تھامے رکھو۔ کیونکہ اللہ نے اسلام میں سختی ہی زیادہ کی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں [3] ابن جریج سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی حسین کو فرماتے سنا کہ ایک شخص اپنے باپ کا جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرا باپ میرے مال کو استعمال کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ پھر آپؐ نے اس کو اسی کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اگر یہ مال نہ دے تو مجھے اطلاع کرنا میں تمہاری مدد کروں گا۔

عبدالرزاق [4] ابن جریج سے وہ عبدالکریم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۹/ ۱۶.

[2] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۳۰۷.

[3] مصنف عبدالرزاق : ۹/ ۱۳۰.

[4] مصنف عبدالرزاق : ۹/ ۱۳۲.
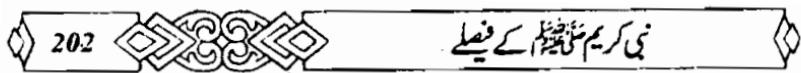
نے نبی کریم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ میرے مال کا مطالبہ کرتا ہے آپؐ نے فرمایا اس کو دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ میرا باپ چاہتا ہے کہ میں اس کا حصہ نکالوں۔ آپؐ نے فرمایا نکال دو۔ پھر آپؐ نے اس کو نصیحت کی کہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگر وہ تجھ سے مال نکالنے کا مطالبہ کریں تو ان کو دے دینا۔

قریبی رشتہ داروں کی وراثت

مصنف عبدالرزاق [1] میں معمر زید بن اسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو آ کر کہا خالہ اور پھوپھی کا کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا خالہ اور پھوپھی۔ ان کو واپس کر دو آپؐ وحی کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں آیا تھا چنانچہ آپؐ نے فرمایا ان کی وراثت کے بارے کوئی حکم نہیں ہے۔

ایک اور حدیث [2] میں صفوان بن سلیم سے منقول ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے ورثاء میں صرف خالہ اور پھوپھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ ایک شخص نے خالہ اور پھوپھی چھوڑی ہے۔ اس میں کوئی بات نہ کہی۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔

ایک اور حدیث [3] میں معمر ابن طاؤس سے نقل کرتے ہیں میں نے مدینہ میں سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور رسول اس کے ولی و وارث ہیں جس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہیں ہے۔

علامہ اصیلی نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اونٹ پر سوار بنو عمرو بن عوف کی

---

[1] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۲۸۱۔

[2] مصنف عبدالرزاق : ۱۰/ ۲۸۲۔

[3] مصنف عبدالرزاق : ۹/ ۱۹۔

طرف جا رہے تھے کہ کسی نے خالہ اور پھوپھی کی وراثت کے بارے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹ روکو۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ ایک آدمی مر گیا ہے اور ورثاء میں خالہ اور پھوپھی ہیں۔ پھر دوسری مرتبہ فرمایا سائل کہاں ہے ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

ایک حدیث میں یوں ہے کہ آپؐ سے سوال ہوا تو آپ ﷺ آہستہ آہستہ چلتے رہے پھر فرمایا: کہ جبریل نے خبر دی ہے کہ ان کا حصہ نہیں ہے۔

قاتل کی وراثت سے محرومی

ابو محمد بن ابی زید فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے قاتل کو میراث دینے سے منع کر دیا ہے تو یہ بھی ممنوع ہے کہ جب عورت کی عدت کے کچھ دن باقی ہوں تو شوہر حالت مرض میں میراث نہ دینے کی وجہ سے اس کو محروم کر دے۔

حضرت عمرو بن شعیب نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا قاتل کے لیے وراثت نہیں ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر قتل خطاء ہے تو مال کا وارث ہوگا دیت کا وارث نہ ہوگا۔ اور اگر قتل عمد ہے تو مال و دیت کسی کا بھی وارث نہ ہوگا۔

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ قاتل عمد کو میراث نہیں ملے گی اور نہ ہی دیت ملے گی۔ البتہ قتل خطاء میں اختلاف ہے۔

مسلمان کی وصیت کے وقت عیسائی کی موجودگی

تفسیر ابن سلام میں کلبی کہتے ہیں کہ بنو سہم کا ایک آدمی تجارت کے لیے نکلا اس کے ساتھ تمیم داری اور عدی بن براء تھے یہ دونوں عیسائی تھے۔ راستے میں جب سہمی کو موت آنے لگی تو اس نے وصیت نامہ لکھ کر سامان میں رکھ دیا۔ پھر اپنا

سامان ان عیسائیوں کو دے کر کہنے لگا کہ میرے گھر والوں تک یہ پہنچا دینا۔ وہ وہاں سے مڑے اور سامان کی تلاشی لی اور جو اچھا لگا وہ لے لیا۔ پھر مال لے کر اس کے گھر والوں کے پاس لے آئے۔ جب گھر والوں نے مال کو اچھی طرح دیکھا تو کچھ چیزیں نظر نہ آئیں البتہ جب وصیت نامہ دیکھا تو اس میں تمام مال کی تفصیل تھی۔ انہوں نے تمیم اور عدی سے پوچھا کہ کیا ہمارے ساتھی نے کوئی چیز فروخت کی تھی جواب دیا نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا وہ بیمار رہا تھا کہ اس نے دوا کے لیے مال خرچ کیا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں ہے ہمیں تو اس نے مال دیا اور ہم نے صحیح وسالم پہنچا دیا۔ چنانچہ جب معاملہ عدالت نبویؐ میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ان انتم ضربتم في الارض فاصابتكم مصيبة الموت تجسونهما من بعد الصلوة﴾

انہوں دونوں نے نماز عصر کے بعد منبر رسول کے پاس حلف اٹھایا کہ ہم نے کوئی چیز بھی غائب نہیں ہے۔ ان کو چھوڑ دیا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ایک چاندی کا منقش برتن تمیم کے پاس ہے۔

علامہ اصیلی کہتے ہیں کہ مکہ میں ملا۔ دیگر حضرات کہتے ہیں کہ ایک ہزار درہم میں فروخت ہوا تھا۔ پانچ سو درہم تمیم نے اور بقیہ پانچ سو عدی نے لیے تھے۔ ورثاء کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے ساتھی کا برتن ہے۔ اور تم کہتے تھے کہ اس نے کسی چیز کی خرید وفروخت نہیں کی ہے۔ یہ دونوں کہنے لگے۔ ہم نے یہ برتن اس سے خریدا تھا لیکن اس وقت ہم یہ بھول گئے تھے۔ اب دوبارہ یہ معاملہ بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فان عثر على انهما استحقا إثما...... الخ﴾

چنانچہ میت کے ورثاء میں سے دو شخص عبداللہ بن عمرو اور مطلب بن ابی وداعۃ نے

کھڑے ہو کر حلف اٹھایا کہ اس کی وصیت حق ہے اور تمیم و عدی نے خیانت کی ہے۔ اور اس کے مال میں سے برتن لیا ہے اللہ نے ان کی خیانت پر مطلع کر دیا ہے۔

زجاج معانی القرآن میں نقل کرتے ہیں کہ ابوطعمۃ انصاری نے ایک زرہ چرائی اور آٹے کے تھیلے میں رکھ لی۔ اس تھیلے میں سوراخ تھا چنانچہ چوری کے مکان سے لے کر اس کی منزل تک آٹا گرتا رہا۔ اس کو خیال ہوا کہ زرہ چوری کی ہے تو معاملہ کی تحقیق ہو گی۔ چنانچہ اس نے ایک یہودی کے پاس امانت رکھی اور اپنی قوم کے پاس چلا آیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے زرہ کی چوری کی تہمت لگائی گئی ہے اور جب نشانات دیکھے تو معلوم ہوا کہ یہودی کے پاس ہے اور یہودی ہی چور ہے۔ انصاری کی قوم نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی کہ آپ اس الزام کی معذرت کریں اور بتائیں کہ یہودی نے زرہ چوری کی ہے۔ آپ نے معذرت کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ سارا قصہ بیان کر دیا اور بحث سے منع فرمایا اور استغفار کا حکم دیا۔ اور قرآن کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اور آیت نازل کی:

﴿ ولا تجادل عن الذين يختانون انفسهم ﴾

یعنی ابوطعمۃ اور ان کی قوم خیانت کرنے والے ہیں۔

یہ بھی مروی ہے کہ ابوطعمہ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔ ایک دیوار میں چوری کی نیت سے نقب لگایا تو دیوار اوپر گر گئی اور وہ مر گیا۔

سنن ابی داؤد میں [1] احمد بن حنبل معاذ بن ہشام سے وہ ہشام سے وہ قتادہ سے وہ ابونضرۃ سے وہ عمران بن حصین سے نقل کرتے ہیں کہ غریب لوگوں کے ایک غلام نے امیر لوگوں کے غلام کا کان کاٹ دیا۔ غریب آپ کی خدمت آ کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم غریب لوگ ہیں۔ آپ نے کوئی چیز عائد نہ کی۔

---

[1] سنن ابی داؤد: ۴/ ۷۱۲۔

ابوعبید ذکر کرتے ہیں کہ ابیض بن حمال المازنی مارب میں برف کٹوا رہا تھا کہ اپنے آپ کو کاٹ دیا۔ جب واپس آیا تو کسی شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کو معلوم ہے کہ کیوں کٹوایا ہے۔ اس نے میٹھے پانی کے لیے کٹوایا ہے۔ راوی کہتے ہیں وہ وہاں سے واپس آ گیا۔

موطا میں[1] ہے کہ آپؐ نے بلال بن حارث کو زمین لے کر دی جس کی حد بندی نہیں تھی اور پانی بھی نہیں تھا۔

علامہ اصیلی کہتے ہیں کہ وہ مدینہ کے قریب ہی تھی۔

سنن ابی داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو نہیں روکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ کتاب المصنف میں یوں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اس کو دور کر دو۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے خوف ہے کہ میرا نفس اس کے پیچھے چلا جائے گا۔

کتاب الواضحہ میں یوں ہے۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اس سے نفع اٹھاؤ۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو موجود پاؤں اس کو قتل کر دوں یا چھوڑ دوں حتی کہ چار گواہ لے کر آؤں۔ آپؐ نے فرمایا تلوار ہی گواہی کے لیے کافی ہے۔

❀ ❀ ❀

---

[1] مؤطا امام مالك : ١/ ٢٤٨.

کتے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

قاضی ابن زید کتاب الاحکام میں لکھتے ہیں کہ بعض قاضیوں نے مسئلہ پوچھا کہ آبادی میں رہنے والے کتوں کا کیا حکم ہے جبکہ یہ تکلیف دیتے ہیں اور بچوں کو زخمی کر دیتے ہیں۔ لوگوں کی طرف کافی شکایات موصول ہوئی ہیں۔ قاضی ابن زیاد نے جواب دیا کہ شکار، کھیت اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ تمام کتوں کو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ جس نے کتے شکار، کھیت اور مویشی کے کتے کے علاوہ کسی کتے کی شرم کی یعنی اس کو قتل نہ کیا تو اللہ اس کے اجر سے ایک قیراط کم کر دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتے کو قتل کرنے کا حکم بھی مروی ہے۔[1]

آپؐ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ قاصد یہ حکم لے کر ایک نابینا عورت کے گھر گیا اس کا کتا تھا اس نے قتل کا ارادہ کیا تو عورت کہنے لگی تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اندھی ہوں یہ درندوں سے میری حفاظت کرتا ہے اور آوازیں نکال کر مجھے تکلیف دیتا ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا اور سارا قصہ عرض کیا آپؐ نے عذر قبول نہ کیا اور کتے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

پانی کی حفاظت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

ابن ابی زید کتاب النوادر میں لکھتے ہیں کہ ابن نافع نے فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ پرانے کنویں کی حدود پچاس ہاتھ تک ہے اور نئے کنویں کی حدود پچیس ہاتھ تک ہے۔

---

[1] مسلم: ۳/ ۱۲۰۳۔

اشہب کہتے ہیں کہ سفیان نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابن المسیب سے آپ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ کہ زراعت والے کنویں کی حدود پانچ سو ہاتھ ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ الفاظ حدیث کے ہیں یا سعید کا قول ہے۔

ابن وہب نے یونس سے اس نے ابن شہاب سے حدیث نقل کی ہے۔ اس میں پرانا اور نیا کنواں ذکر کیا ہے اور اس میں ہے کہ زراعت والے کنویں کی حدود تین سو ہاتھ تک ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ چشموں کی حدود پانچ سو ہاتھ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہروں کی حدود ہزار ہاتھ تک ہے۔ اونٹوں کے کنویں کی حدود تین سو ہاتھ تک ہے۔

وکیل کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ

کتاب الواضحہ میں ہے کہ ابن مغیرہ سفیان ثوری سے وہ ابوحصین سے وہ حکیم بن حزام سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک دینار قربانی کا جانور خریدنے کے لیے دیا۔ انہوں نے ایک دینار میں خرید کر دو دینار میں فروخت کر دیا پھر ایک اور جانور ایک دینار میں خرید لیا۔ یہ جانور اور دینار لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کو صدقہ کر دیا اور ان کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ ایک حدیث میں یوں فرمایا: اگر یہ مٹی بھی خریدے تو اس کو نفع ہو۔

کتاب ابن شعبان میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عروۃ البارقی کو قربانی کا جانور خریدنے کے لیے ایک دینار دیا۔ انہوں نے دو جانور خرید لیے پھر ایک کو ایک دینار میں فروخت کر دیا اور جانور اور دینار لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

آپ ﷺ نے تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ وہ ایسے تھے کہ اگر مٹی بھی خریدتے تو نفع ہوتا۔

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مال لینے اور دینے کے لیے وکیل مقرر کرنا صحیح ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ صدقات نافلہ اور صدقات واجبہ کی وصولی کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر کرتے تھے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خرچ کے وکیل تھے۔

مختلف احکامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حجرے وغیرہ میں دیکھنے سے پہلے اجازت لینا

امام بخاری و مسلم[1] نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص آپؐ کے حجرہ میں جھانک رہا تھا آپؐ کے ہاتھ میں لکڑی کی کنگھی تھی آپؐ سر کو کھجلا رہے تھے۔ جب آپؐ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اگر مجھے علم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں تمہاری آنکھوں میں یہ کنگھی مار دیتا۔ اجازت تو دیکھنے کے لیے ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص بغیر اجازت جھانک رہا ہو تم پتھر مار کر آنکھ نکال دو تو تم پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔

ملک بدر کرنا

یہ بات حدیث میں موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ سے نکال دیا تھا یہ طائف چلا گیا جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو طائف سے نکال کر اور دور بھیج دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو اس مقام سے اور دور بھیج دیا۔ البتہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو یہ اس کو واپس مدینہ لے آئے۔ جب وہ مدینہ آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا خوش آمدید اے اجنبی اور قریبی۔

امام مبرد نے الکامل میں ذکر کیا ہے کہ جب آپؐ نے اس کو مدینہ سے نکالا:

---

[1] بخاری (فتح الباری): ٦/ ٦٣١. مسلم: ٣/ ١٦٩٨.

تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت لی تھی کہ جب میں امیر بنوں تو اس کو واپس لے آؤں۔

ہدیہ واپس لینا

احمد بن خالد ذکر کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان سے فرمایا: میں نے نجاشی کو زیور اور کچھ اوقیہ مشک ہدیہ کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ نجاشی مر چکا ہے۔ اگر وہ ہدیہ واپس آ گیا تو وہ تمہارا ہے۔ چنانچہ وہ ہدیہ واپس آ گیا۔ آپؐ نے اپنی ازواج کو ایک ایک اوقیہ مشک دی۔ اور ام سلمہ کو باقی مشک اور زیور دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب ہدیہ پر قبضہ نہ ہو وہ واپس ہو سکتا ہے اور صدقہ میں رجوع نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ بخاری [1] میں یوں روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہدیہ میں رجوع کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کہ کتا قئی کرے اور پھر واپس نگل لے۔

آگ سے جلانے کی ممانعت

بخاری [2] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؐ نے ہمیں ایک جگہ روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ اگر قریش کے فلاں فلاں آدمی ملیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ چنانچہ جب ہم آپ ﷺ سے الوداعی ملاقات کرنے آئے تو آپؐ نے فرمایا

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ١٢/ ٣٤٥.

[2] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ١٤٩.

کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دینا اور آگ سے صرف اللہ عذاب دیتے ہیں لہٰذا اگر تم ان کو پکڑ لو تو ان کو قتل کر دینا۔

یہ دونوں ہبار بن الاسود اور نافع بن عبد عمر تھے۔ بزار اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ دوسرے کا نام نافع بن عبد شمس الفہری ہے۔

جب غزوہ بدر کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ جانے کے لیے نکلیں تو قریش کے لوگوں نے ان کا پیچھا کیا۔ یہ دونوں بھی ان میں شامل تھے۔ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ہبار اور نافع پہنچے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ لے اوپر کجاوہ میں سوار تھیں۔ ہبار نے اونٹ کو نیزہ مارا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا گر گئیں اور حمل ضائع ہو گیا۔ حضرت زینب کے ساتھ آپ کا دیور کنانہ بن ربیع بھی تھا۔ اس کے پاس تیر کمان اور تیر تھے۔ اس نے اپنی بھابی کو چھوڑ دیا اور ترکش پھیلا دیا پھر کہنے لگا خدا کی قسم میرے قریب نہ آنا ورنہ میں تیروں کی بارش کر دوں گا چنانچہ لوگ واپس ہو گئے۔

ابوسفیان نے آگے بڑھ کر کہا اے آدمی اس تیر کو ذرا دور کر لے تاکہ میں کوئی گفتگو کروں۔ پھر ابوسفیان کہنے لگا کہ تو نے غلط کیا ہے کہ لوگوں کے سامنے ہی اس عورت کو لے کر جا رہا ہے۔ حالانکہ محمد ﷺ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں اور پریشانیوں کا تجھے علم ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر تم اس کو اعلانیہ لے جاتے تو یہ ہمارے لیے ذلت کا باعث ہے اور یہ تو ہم سے کمزور ہے۔ واللہ ہم اس کو باپ سے جدا نہیں کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کوئی مال و دولت لینا چاہتے ہیں بلکہ تم عورت کو واپس لے جاؤ جب لوگوں کی آوازیں پست ہو جائیں اور لوگ باتیں کرنے لگیں کہ ہم اس کو واپس لے آئے ہیں تو تم چپکے سے اس کو لے جانا اور اس کے باپ سے ملا دینا۔ کنانہ بن ربیع نے ابوسفیان کی بات مان لی اور جب کچھ دنوں کے بعد معاملہ ٹھنڈا ہو گیا تو رات کے اندھیرے میں لے کر نکل گیا اور دو پہاڑوں کے درمیان گھاٹی

میں گھات لگائے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کے حوالہ کر دیا۔ یہ دونوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس چلے آئے۔

نبی کریم ﷺ اور اہل طائف

کتاب السیر میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسلام میں سب سے پہلے اہل طائف کے خلاف منجنیق کا استعمال کیا۔ آپؐ کے کچھ اصحاب طائف کی دیوار میں سرنگ بنانے کے لیے دبابۃ کے نیچے داخل ہوئے۔ ثقیف والوں نے آگ میں گرم کیے ہوئے لوہے کے کیل پھینکے۔ یہ اس کے نیچے سے نکلے تو ثقیف والوں نے تیر برسانا شروع کر دیئے اور کچھ اصحاب کو شہید کر دیا آپؐ نے ثقیف کے انگوروں کے باغوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے اس کو کاٹنا شروع کر دیا۔

ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ طائف والوں کی طرف گئے اور ندا لگائی اے ثقیف والو ہمیں امن دو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے امن دے دیا تو انہوں نے قریش کو عورتوں کو پکارا کہ ان کے پاس آ جائیں تاکہ قید ہونے کا خوف نہ رہے۔ وہ عورتیں آ گئیں ان میں آمنہ بنت ابی سفیان بھی تھیں جو کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان سے اس کا بیٹا داؤد بن عروہ بھی تھا۔ جب دونوں آ گئیں تو ان سے ابن الاسود بن مسعود کہنے لگا اے ابوسفیان اور مغیرہ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں۔

بنوالاسود کا مال جیسا کہ ہمیں معلوم ہے نبی کریم ﷺ میں وادی عقیق میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں طائف میں بنوالاسودؓ کے مال سے عمدہ اور بہترین مال نہیں ہے۔ اگر محمد اس کو کاٹ دیں تو کبھی بھی دوبارہ نہیں بنا سکتے ہیں۔

ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ نے اس سے گفتگو کی کہ تم اپنا آپ سنبھالو یہ اس کو اللہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔ ہمارے اور اس کے درمیان رشتہ داری معروف

ہے۔ان کا خیال تھا کہ آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا ہے وہاں طائف میں غلاموں کا محاصرہ جاری تھا انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔اہل طائف اسلام لانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔

ہوازن کے قیدی

امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ مروان اور المسور بن مخرمہ نے حضرت عروہ کو بتایا کہ جب ہوازن کے وفد نے آکر اپنے مال اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کیا تو آپؐ نے کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا کہ میرے جو ہیں تم ان کو دیکھ رہے ہو۔اور میرے نزدیک بہتر بات یہ ہے کہ میں اس کی تصدیق کروں۔لہٰذا تم ایک چیز اختیار کرلو مال یا قیدی۔ میں ان سے مشورہ کر چکا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے مجھ سے طائف کے کچھ دنوں بعد مشورہ کیا تھا۔

جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ آپؐ ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں قیدی دے دو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمہارے بھائی توبہ کر کے تمہارے پاس آئے ہیں میرا ارادہ یہ ہے کہ ان کے قیدی واپس کردوں۔تم سے جو دل سے یہ کرنا چاہے وہ کر دے۔اور جو کچھ حصہ لینا چاہتا ہے تو ہم اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اس کو دیں گے۔لوگوں نے کہا ہم راضی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں نہیں معلوم کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے لہٰذا تم جاؤ اور اپنے بڑوں کو اعلان کے لیے بھیجو۔ چنانچہ لوگ واپس چلے گئے پھر بڑے حضرات آئے اور کہنے لگے کہ سب راضی ہیں اور سب نے اجازت دے دی ہے۔[1]

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ٢٢٦.

نبی کریم ﷺ کے اوامر اور نواہی کا حکم

آپ ﷺ کے اوامر اور نواہی کی حیثیت کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔

اصحاب ظواہر اور بعض محدثین کہتے ہیں کہ آپؐ کے اوامر فرض ہیں اور نواہی حرام ہیں۔ ان کے ہاں حدیث قرآن کی طرح ہے۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ اوامر علماء کے سپرد ہیں جس کو وہ فرض پر محمول کریں وہ فرض ہے اور جس کو سنت پر محمول کریں وہ سنت ہے اور جس کو استحباب پر محمول کریں وہ مستحب ہے۔ اور آپؐ کے نواہی حرام ہیں۔ امام مالک کے اصحاب کا یہی مسلک ہے۔

چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث اس کی تائید کرتی ہیں:

① جب تم نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھولو۔ کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔[1]

② جو وضو کرے وہ ناک صاف کرے اور جو استنجاء کے لیے پتھر استعمال کرے تو طاق عدد رکھے۔[2] نیند سے اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونا۔ ناک صاف کرنا فرض نہیں ہے۔

اسی طرح اور بھی اوامر ہیں مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا و لك الحمد کہو۔ یہ فرض نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں[3] ہے کہ جب امام آمین کہے تم بھی کہو' جب اذان سنو تو مؤذن کی طرح کہو۔ اسی طرح دروازہ بند کرنا' برتن ڈھانپنا' پانی ڈھانپنا' چراغ بجھانا

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ۱/ ۲۶۳.

[2] بخاری (فتح الباری) : ۱/ ۲۶۲.

[3] بخاری (فتح الباری) : ۲/ ۲۶۲.

وغیرہ یہ تمام اوامر فرض نہیں ہیں۔ اسی طرح یہ حکم ہے کہ سائل کو دو اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے[1] اور جب تم جوتا پہنو تو دائیں سے ابتداء کرو[2] یہ تمام اوامر فرض نہیں ہیں بلکہ یہ ترغیب ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حتی الامکان ادا کرو اور جب کسی کام سے روکوں تو مکمل رک جاؤ۔

امام مالک کے مذہب کی تائید صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے بھی ہوئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں[3] کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرو۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اس سے اعراض کرتے ہو بخدا میں تمہاری کمر میں گاڑ دوں گا۔ اسی طرح آپ کا حکم کہ جمعہ کو غسل کرو' ان احکام کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرض پر محمول نہیں کیا ہے۔

آپ کے نواہی کی مثال یہ ہے۔ آپؐ نے انگور اور کھجور کی نبیذ اکٹھے بنانے سے منع کیا۔ راس ثرید کھانے سے منع کیا' راستے میں آرام کرنے سے منع فرمایا۔ اور جن نواہی کو علماء نے حرام پر محمول کیا ہے اس کی مثالیں یہ ہیں:

① چاندی کے بدلہ سونے کی ادھار خرید و فروخت۔

② پھل پکنے سے پہلے فروخت کرنا۔

③ کھانا برابر ہونے سے پہلے فروخت کرنا۔

④ پیٹ میں موجود بچے کی بیع کرنا۔

⑤ بیعانہ کی بیع۔

⑥ بیع مزابنہ' محاقلہ اور مخابرۃ کرنا۔

---

[1] موطا إمام مالك : ٢/ ٩٩٦.

[2] بخاری (فتح الباری) : ١٠/ ٣١١.

[3] بخاری (فتح الباری) : ٥/ ١١٠.

⑦ جانور کو روک کر قتل کرنا۔

⑧ مثلہ کرنا۔

⑨ جانوروں کو لڑانا۔

⑩ نجومی کی تعبیر۔

⑪ تصویر سازی۔

⑫ عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور شک کے دن کا روزہ۔

اور جن نواہی میں اختلاف ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں

① نکاح شغار کرنا۔

② درندوں کو کھانا۔

③ صوم وصال۔

④ پورے جسم کو ایک کپڑے سے چھپالینا۔

⑤ متعہ کرنا۔

⑥ خرید وفروخت کے لیے قافلہ سے شہر سے باہر ہی ملنا۔

⑦ غلہ روکنا۔

⑧ کتا فروخت کرنا۔

⑨ کدو میں نبیذ بنانا۔ وغیرہ

اکثر علماء نے ان نواہی کو بھی حرام پر محمول کیا ہے۔ البتہ اشتمال الصماء حرام پر محمول نہیں ہے جبکہ کپڑا اوپر ہو' امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اور کپڑا نہ ہو تو حرام ہے اس لیے کہ ستر کھل جاتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ ایک کپڑے میں جسم کو لپیٹنا کہ ستر کھلا رہے ممنوع ہے۔

امام بخاری ❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے دو لباسوں سے منع فرمایا:

① اشتمال الصماء سے۔

② ایک کپڑا بدن پر لپیٹے پھر اس کو کندھے پر ڈال لے۔

اسی طرح گھر میں رکھے ہوئے گدھے کا گوشت بھی ممنوع ہے۔

عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ یہ صرف نہی ہے۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ بالکلیہ حرام ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں کہ حرام ہے۔

نبی کریم ﷺ کے متعلق کچھ مسائل

نسب نامہ:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فاکہی لکھتے ہیں کہ جس گھر میں آپ کی پیدائش ہوئی وہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کی ملکیت ہے۔ یہ بدستور گھر ہی رہا حتی کہ خلیفہ ہارون اور موسیٰ کی والدہ خیزران آئیں تو انہوں نے مسجد بنا دیا اور گھر ختم کر دیا۔

بعض مکیوں نے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ اس گھر میں رہتے تھے پھر وہاں سے منتقل ہو گئے۔ جب منتقل ہوئے تو کہنے لگے بخدا ہمیں اس گھر

---

❶ بخاری (فتح الباری) : ۱/ ۴۷۷.

میں کوئی آفت نہیں آئی اور نہ ضرورت آئی جب ہم وہاں سے نکلے تو ہم پر زمانہ سخت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے ایک رات میرے والد نے نبی کریم ﷺ کے پاس روانہ کیا۔ میں ان کے پاس رات کو ٹھہرا تو میں نے آپ کو یوں دعا مانگتے سنا۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس رحمت کا سوال کرتا ہوں جو میرے دل کی راہنمائی کرے' میرے کاموں کو مجتمع کر دے' بکھرے ہوئے معاملات کو سمیٹ دے' فتنوں کو دور کر دے' میرے حال کی اصلاح کر دے' میرے غائب کی حفاظت کرے' حاضر کو بلند کرے' چہرے کو سفید کر دے' میرے عمل کو پاکیزہ کر دے' ہدایت کا الہام کر دے' ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ اے اللہ! مجھے سچا ایمان عطا فرما' ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو' اور ایسی رحمت دے کہ میں دنیا و آخرت میں آپ کے کرم کو پالوں۔ اے اللہ! میں فیصلہ کے وقت کامیابی کا سوال کرتا ہوں' شہداء کی ضیافت' نیک بختوں کی زندگی' انبیاء کی رفاقت' اور دشمن کے خلاف مدد کا سوال کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ آپ کو پیر کے روز ہی نبوت عطا کی گئی جبکہ عمر چالیس سال تھی۔ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم کہتے ہیں کہ تنتالیس سال کی عمر میں قرآن نازل ہوا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات ساٹھ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر کو ہوئی۔

امام بخاری[1] حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

[1] بخاری (فتح الباری) : ٦/ ٥٥٩

نے فرمایا آپ ﷺ تریسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ ﷺ مکہ میں پندرہ سال اور دس سال مدینہ میں مقیم رہے۔

علامہ ابن عبدالبر کتاب التمہید میں لکھتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے شعیب سے انہوں نے عطاء الخراسانی سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب نے نبی کریم ﷺ کے ساتویں روز ختنے کیے اور دعوت کا اہتمام کیا اور محمد نام رکھا۔

ابن وضاح نقل کرتے ہیں کہ قریش پوچھنے لگے آپؐ نے محمد نام کیوں رکھا ہے اور باپ دادا کے اسماء کو چھوڑ دیا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا تاکہ زمین و آسمان والے اس کی تعریف کریں۔

آپ ﷺ کے کفن، غسل اور دفن کا بیان

مؤطا میں[1] روایت مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سفید رنگ کے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جس میں قمیض اور عمامہ شامل نہیں تھے۔ ان کپڑوں میں سے ایک اونی کپڑا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک کپڑا وہ ہی تھا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

ابن مفرح ابو منصور بن سعد سے وہ سفیان بن موسیٰ سے وہ ایوب سے وہ عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد سے وہ قاسم بن محمد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو غسل دینے کے لیے قمیض اتارنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی قمیض نہ اتارو۔ چنانچہ قمیض کے ساتھ ہی غسل دیا گیا۔

---

[1] مؤطا امام مالک: ۱/ ۲۲۳.

کتاب الواضحہ میں منقول ہے حضرت ابن شہاب زہری حضرت سعید بن المسیب سے نقل کرتے ہیں کہ جن حضرات نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا اور قبر میں اتارا وہ یہ ہیں حضرت عباس' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم' نبی کریم ﷺ کے غلام شقران ان کا نام صالح تھا۔

امام شعبی کہتے ہیں کہ چوتھے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ چوتھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔

ابن ہشام ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی' حضرت عباس' فضل بن عباس' قثم بن عباس اسامہ بن زید اور آپ ﷺ کے غلام شقران رضی اللہ عنہم تمام حضرات غسل میں شریک تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سینہ کی جانب تھے' حضرت عباس' فضل اور قثم رضی اللہ عنہم جسم کو حرکت دے رہے تھے' اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ عنہم پانی بہا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ کی قمیض بدن پر ہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قمیض کے اوپر سے ہی ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے' یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں کتنے پیارے اور خوشبو والے ہیں۔

حضرت سعید بن جثامہ کے کنویں سے آپ کو غسل دیا گیا جو کہ قباء میں واقع ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو دو صحاری کپڑوں میں غسل دیا گیا اور ایک اونی چادر بھی ساتھ تھی جس میں آپ کو لپیٹ دیا گیا۔

مؤطا میں منقول [1] ہے کہ آپ کی وفات بروز پیر ہوئی اور تدفین بروز منگل

---

[1] مؤطا امام مالک: ۱/ ۲۳۱.

ہوئی۔ لوگوں نے جدا جدا نماز جنازہ ادا کی کسی نے امامت نہ کی۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ منبر کے پاس دفن کریں۔ بعض نے کہا کہ جنت البقیع میں دفن کریں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ وہیں قبر کھودی گئی۔

مدینہ میں قبر کھودنے والے دو شخص تھے ایک بغلی قبر کھودتا تھا اور دوسرا سادی قبر کھودتا تھا۔ لوگوں نے فیصلہ کیا کہ جو پہلے آ جائے وہی قبر کھودے چنانچہ بغلی قبر کھودنے والا پہلے آیا اور بغلی قبر کھودی۔

بغلی قبر کھودنے والے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ آپ کے بستر کو اٹھایا گیا اور اس کے نیچے قبر کھودی گئی۔ پھر لوگوں نے آ کر الگ الگ نماز جنازہ ادا کی۔ جب مرد حضرات جنازہ سے فارغ ہو گئے تو عورتیں آئیں۔ ان کی فراغت کے بعد بچے آئے اور پھر آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا۔

ابن ابی زید اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ابن عقبہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر انہی کی باری پر انہی کے سینے پر ہوئی یہ شرف صرف انہی کو حاصل ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاوّل پیر کو وفات ہوئی اور منگل کو دفن ہوئے۔

بعض نے لکھا ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد تدفین ہوئی۔ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس اور شقران رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کا غلام صالح بھی تھا۔ یہ لوگ قبر میں اترے۔ ان

کے ساتھ اسامہ بن زید اور اوس بن خولی بھی تھے۔

آپ ﷺ کا مرض الوفات ۲۸ صفر بروز بدھ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر شروع ہوا۔ آپ ﷺ وہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں منتقل ہو گئے وہاں رہے حتی کہ وفات پا گئے۔ مرض کے ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازوں کی امامت آپ ﷺ کے حکم سے کرتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

کتاب الآجری میں منقول ہے کہ نو دن نمازیں پڑھائیں۔

والله اعلم بالصواب و علمه اتم و احکم

سبب تالیف

فقیہ ابوعبداللہ محمد بن الفرج القرطبی خود فرماتے ہیں کہ مجھے کتاب تالیف کرنے کا شوق اس طرح ہوا کہ میں نے ابوبکر بن ابی شیبہ کی ایک کتاب دیکھی جس کا نام اقضیۃ رسول اللہ تھا۔ یہ ایک چھوٹی کتاب تھی اور تھوڑے فیصلے ذکر کیے تھے۔

علاوہ ازیں میں نے وہ روایت بھی دیکھی جو ابومحمد الباجی نے احمد بن خالد سے انہوں نے ابن وضاح سے نقل کی ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں جب ہم نے نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کو دیکھا تو وہ تقریباً سو احادیث نکلیں۔

چنانچہ یہ روایت دیکھ کر میں نے آپ کی محبت' اقتداء' اوامر و نواہی سے واقفیت اور تبرک کی نیت سے ان قضایا کو جمع کیا۔

کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا ﴾

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنة أو یصیبھم عذاب الیم ﴾

اسلام نے ہر قسم کے معاملات؛ خواہ مذہبی ہوں یا عالتی؛ سیاسی ہوں یا معاشی اقتصادی ہوں یا سماجی ہر ایک کے لیے انصاف کو لازم قرار دیا ہے۔
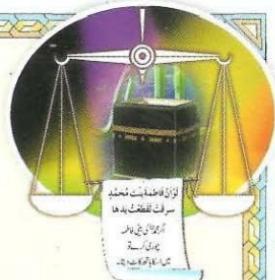
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے خلاف ایک ایک رشتے کو جڑ سے نکال دیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ معاملات میں عدل وانصاف کی حمایت ہی تمہارا مقصد ہو؛ عدل وانصاف کے فیصلے اور گواہی میں نہ تو اپنے نفس کا خیال بیچ میں آئے نہ عزیزوں اور قرابت داروں کا؛ نہ دولت مند کی طرف داری کا؛ نہ محتاج وفقیر پر رحم ہوگا۔ یعنی اپنے فیصلے اور گواہی میں نہ دولت مند کی رعایت کرو نہ محتاج پر ترس کھاؤ اور نہ قرابت کو دیکھو بلکہ انصاف سے کام لو۔ غرض یہ کہ عدل و انصاف کی راہ میں کوئی اچھا یا برا جذبہ حاکم کو غلط راستے پر نے ڈال دے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں عدل وانصاف سے کام لیا اور ہمیشہ انصاف سے فیصلے کیے۔

کتاب ھذا نبئ اکرم ﷺ کے فیصلے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اس میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ فیصلوں کو جمع کیا ہے۔ ان شاء اللہ قارئین کے لیے یہ بڑی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالی مکتبہ کی اس کاوش کو خلعت قبولیت سے نوازے آمین

Design & Print : Ateqad Publishing House Ph.: 011-23276879, 42797862

Ateqad Publishing House Pvt.ltd.
3095, SIR SYED AHMAD ROAD, DARYA GANJ
NEW DELHI-110002
PHONE : 011-23266879, 42797863
Website: ateqad.com Email : info@ateqad.com

Rs-90/-